بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ
بدر
قادیان

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ
سالانہ چھ روپے
ششماہی ۳-۵۰ روپے
ممالک غیر ۷-۵۰ روپے
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۸ | ۲۲ صلح ۱۳۳۸ ہش | ۱۲ رجب ۱۳۷۸ ھ | ۲۲ جنوری ۱۹۵۹ء | نمبر ۱۲

اخبار احمدیہ

ربوہ - ۱۹ جنوری - سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی بذریعہ تار اطلاع فرماتے ہیں کہ

"حضور کی ٹانگ میں درد بدستور ہے - البتہ عام صحت اچھی ہے" الحمد للہ

احباب حضرت اقدس کی صحت و سلامتی اور درازیٔ عمر کیلئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں۔

ربوہ ۱۷ جنوری (بحوالہ اخبار الفضل) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی طبیعت ۱۳ جنوری کو بلڈ پریشر زیادہ ہوجانے سے اچانک بہت ناساز ہوگئی - ساتھ ہی نکسیر کا خون بہنے لگا - یہ حالت ساڑھے گیارہ بجے سے ۳ بجے تک رہی چار بجے طبیعت قدرے بہتر ہوگئی - کل شام لاہور سے ڈاکٹر پیرزادہ دیکھنے آئے - انہوں نے کہا خدا کا شکر ہے کہ ناک سے خون بہنے کی وجہ سے بلڈ پریشر کم ہوگیا تھا ورنہ بہت خطرہ تھا - کل شام بلڈ پریشر ۱۸۰ تھا - ڈاکٹر صاحب نے تجویز کر کے پانچ چھ یوم تک مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے - احباب حضرت ممدوح کی صحت کاملہ عاجلہ کیلئے خاص دعائیں فرمائیں

قادیان - ۲۰ جنوری - محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ مع اہل و عیال تا حال ربوہ میں ہیں اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو

سیّاروں کا سفر

(از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن - بمبئی)

۱۹۵۹ء کا آغاز انسان کی حیرت انگیز سائنسی، صنعتی اور فنی ترقی سے ہوا - روس کا راکٹ جب اشتراکیت کا جھنڈا لے کر عالم بالا کو سال کی مبارکباد دینے چلا۔

اس وقت یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ اب مارکسزم کے فنی عروج نے اس مملکت کی طرف پیشقدمی شروع کر دی ہے - جو پہلے خدا اور اس کے فرشتوں کا ملک کہلاتا تھا۔ مذاہب کے جو پرانے آثار موجود ہیں - ان تمام میں آسمان اور سیاروں کی یہی تعریف کی گئی ہے، مگر بیسویں صدی کے انسان کی یہ جرأت دیکھئے کہ وہ اب اس حرم میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ راکٹ سازی محض ایک سائنسی وفنی کارنامہ ہے - اس کا مارکسزم سے کوئی تعلق نہیں نہ مارکس نے راکٹ سازی پر کوئی کتاب نہیں لکھی - نہ سائنس دانوں کو اس کا پیغام دیا - ان کا پیغام تو طبقاتی جدوجہد اور معاشی مسائل تک محدود ہے - مگر مسٹر خروشچیف نے روسی سائنس دانوں کی اس کامیابی پر مارکسزم کی برتری کا اعلان کر دیا - حالانکہ "سیاروں کا سفر" ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام دنیا کے سائنس دان نہایت توجہ و سنجیدگی سے غور کر رہے تھے - دوسری جنگ عظیم سے پہلے کوئی قوم اس میدان میں جرمنی کی ہمسر نہیں تھی - مگر جب روس نے جرمنی کے سائنس دانوں اور ان کی سائنسی دستاویزوں پر قبضہ کر لیا تو اب اسے سائنس کے میدان میں تیز گامی دکھانے کا موقعہ ہاتھ آگیا - اس نے راکٹ سازی کو قومی پروگرام میں شامل کر کے اس طرف نہایت انہماک سے توجہ دی - اور توانائی کا وہ دروازہ دریافت کرنے پر سبقت کی - جسے ساری دنیا کے سائنس دان معلوم کرنا چاہتے تھے - ظاہر ہے کہ توانائی کے اس راز کا مارکسزم سے کوئی تعلق نہیں اگر مسٹر خروشچیف کا یہ خیال ہو کہ روس کی اشتراکی حکومت نے سائنس دانوں کو مراعات و سہولت دی - لہٰذا یہ اشتراکیت کی فتح ہوئی تو یہ بھی صحیح طرز فکر نہیں - اشتراکیت تو پہلے انسان کے معاشیات کا حل دریافت کرنا چاہتی ہے - اور ظاہر ہے کہ ابھی روس کے معاشی مسائل حل نہیں ہوئے - روس نے اب یہی مسائل حل کرنے کے لئے "پنج سالہ" کی بجائے "سات سالہ منصوبہ" بنایا ہے - اگر روس کی اشتراکی حکومت جو مزدوروں اور کسانوں کے گاڑھے پسینہ کی کمائی پر قبضہ کر لیا کرتی ہے - پہلے ان کے معاشی مسائل حل کر دیتی تو یقیناً یہ اشتراکی اقتصاد کی تکمیل ہوتی - روس کی وہ حکومت جو اپنے مزدوروں اور کسانوں کے لئے جوتوں، بجلی اور فرنیچر کا بھی بندوبست نہیں کر سکتی نہ ضروریات زندگی کی گرانی و کمیابی دور کر سکتی ہے - اس کا راکٹ سازی کی کامیابی کو مارکسزم کی برتری قرار دینا در اصل مارکسزم کی خلاف ورزی ہے - اور اس بات کا ایک ثبوت ہے کہ مارکسسٹ بھی محض فلسفۂ معاشیات سے چپٹا کر زندہ نہ رہ سکے - انہیں بھی عوام سے "حق محنت" کا ایک حصہ چھین کر آخر میزائل اور راکٹ جیسے نقصان دہ آلات کی تیاری میں لگانا پڑا - ہم روسی سائنسدانوں کی اس کامیابی کو مارکسزم کی نہیں بلکہ سائنس کی کامیابی قرار دیتے ہیں - اور روسی سائنسدانوں کی اس حیرت انگیز و خلاف توقع کامیابی پر جسے خود انہوں نے ایک خواب کہا ہے دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

جس دن مسٹر خروشچیف نے روسی سائنس دانوں کی اس کامیابی کو مارکسزم کی فتح قرار دیا۔ اسی دن میری توجہ خدائی نوشتوں کی طرف چلی گئی مجھے یہ محسوس ہوا کہ "یوم موعود" آگیا انسان اپنی ایجادات اور انسانی تحقیقات کے مقابلہ میں پیش کرنے لگا - اور خدا کی یہ آواز میرے کانوں میں گونجنے لگی۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ

اے روس اور امریکہ ہم تمہارے لئے فارغ ہو تے ہیں۔

اور جس دن یہ خبر آئی کہ یہ روسی راکٹ چاند سے آگے نکل گیا - سورج کے مدار میں داخل ہونے لگا - اور اب یہ سورج کا دسواں سیارہ ہوگا جو انسانی تخلیق ہے اور یہ بھی اور سیاروں کی طرح اپنے مدار پر گھومے گا۔

تو اسی وقت خدا کی یہ بات یاد آگئی کہ

اَمْ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ

انسان کی تلون مزاجی و تجدد پسندی دیکھئے کہ کسی طرف احیاء موتیٰ و دست شفا کا معجزہ منسوب کر کے اسے خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا - لیکن آج جب سائنسدانوں نے راکٹ سازی کا معجزہ دکھایا تو انہیں خدا بنایا گیا نہ خدا کا بیٹا - بلکہ اسے مارکسزم کی فتح اور دہریت کی جیت سے تعبیر کیا گیا - اس لئے اب ہمیں دیکھنا ہے کہ کیا واقعی مارکسزم فتح پا گیا اور دہریت غالب آگئی یا اس کے پردے میں کوئی کرشمۂ قدرت ظاہر ہونے والا ہے

آج کل جب ہم سائنس کے عجائبات کا مطالعہ کرتے ہیں تو فوراً قرآن پاک کی سورۂ رحمان سامنے آجاتی ہے - اور ترتیب کے ساتھ اس پر تدبر و تفکر کو جی چاہنے لگتا ہے - یوں تو قرآن کریم میں جا بجا سائنسی ترقیوں کی نشاندہی کر کے عصر حاضر کے اہم اہم واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے - مگر اس سورہ میں جس ترتیب سے چند دوروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ اس زمانے کی سب سے مستند تاریخ ہے۔

وہ دور یہ ہیں :-

دخانی دور

برقی دور

ایٹمی دور

راکٹ کا دور

یورپ نے سب سے پہلے آگ ... کا ایک راز دریافت کیا - اس توانائی سے سمندروں میں بڑے بڑے جہاز چلائے گئے اور خشکی پر ریل جیسی بھاری سواریاں دوڑائی گئیں۔

اس کے بعد بجلی کا دور آیا اور آگ کی جگہ بجلی کی توانائی نے لے لی - اس دریافت کے بعد انسان نے ایجادات کے میدان میں ایک لمبی جست لگائی اور اس توانائی کے طفیل حضرت حسین، معاشرت پر لطف اور زندگی خوشگوار ہوگئی۔

بجلی کے بعد ایٹم کا دور آیا اور اس توانائی کا پہلا مشاہدہ ہیروشیما اور ناگاساکی پر کیا گیا جس کی ہیبت آج بھی دلوں پر طاری ہے - اور اب یہی ہیبت دور کرنے کے لئے ایٹمی امن کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔

ایٹم کے بعد میزائل اور راکٹ کا دور آیا اور اگرچہ ابھی انسان محض تجرباتی دور سے گذر رہا ہے - مگر اس توانائی کی دریافت کے بعد لوگوں نے تعمیر و تخریب کے بڑے بڑے منصوبے باندھنے شروع کر دیئے ہیں - اس کے بعد اور دور بھی آئیں گے - اور ان کا انکشاف مستقبل کرے گا۔

ان تمام دوروں کی تفصیل ان سے موجد اور ان کی برکات کا مفصل ذکر تو بہت طوالت ہے اور یہ باتیں اب ایسی عام ہوگئی ہیں کہ اہل ذوق تھوڑی سی محنت و کاوش کے بعد ان کی تفصیل معلوم کر سکتے ہیں - اس لئے میں اس موضوع پر روشنی نہیں ڈالتا - اس وقت میرے سامنے قرآن پاک اور اس کے بعض متعلقات ہیں۔

سورہ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تو علم و فکر انسانی کی تدریجی ترقی کا ذکر کیا ہے - جو انسان کی کم از کم پانچ ہزار سالہ دور کی لمبی تاریخ کا ایک اختصار ہے - اس کے بعد اس دور کا ذکر کیا ہے جس میں داخل ہونے کے بعد انسان نے علم و ہنر کی نئی بنیاد ڈالی - اور انسانی ثقافت کی ایک نئی تاریخ مرتب کی اور وہ دخانی دور ہے! سورۂ رحمٰن کی ان آیات

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ...

وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ کو

ملک صلاح الدین ایم - اے پرنٹر و پبلشر نے ... پرنٹنگ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔

دخانی دور کا ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد خدا نے علم و سائنس اور صنعت و فن کے میدان میں انسان کی تیز رفتار ترقی کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ ذکر آیت کریمہ

کل یوم ھو فی شان

ہر دن وہ ایک نئی شان سے جلوہ گر ہوتا ہے۔

میں موجود ہے۔ اور قرآنی بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیز رفتاری ایسی ہوگی کہ آخر انسان زمین و آسمان کی حد سے نکلنے کی کوشش کرنے لگے گا۔ امریکہ نے جب اپنا راکٹ پائنیر اُڑایا۔ اور وہ ۷۹ ہزار میل دور بلند ہو کر زمین کی کشش ثقل سے نکل گیا۔ یہ زمین کے کنارے سے نکلنے کی پہلی انسانی کوشش تھی۔ اور سورہ رحمٰن کی اس پیشگوئی کا پہلا ظہور تھا اس کے بعد جب روس نے اس سال نو کے آغاز میں دوسری کوشش کی اور اس کا راکٹ زمین کیا چاند کی حد سے بھی نکل کر سورج کا دسواں سیارہ بن گیا۔ تو اس وقت اس پیشگوئی کا دوسرا ظہور ہوا۔

اللہ تعالےٰ نے سورہ رحمٰن میں دو کفران نعمت کرنے والی قوموں کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ

یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان

اے جن وانس (روس و امریکہ) اگر تم زمین و آسمان کی حد سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ مگر یاد رکھو کہ تم اذن الٰہی کے بغیر نہ نکل سکو گے۔

سیاروں کی صورت میں خدا کی جو مخلوق ہیں۔ اب ان میں انسان نے اپنی یہ نئی تخلیق بھی شامل کر دی ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اب یہ سیارہ بھی اور سیاروں کی طرح اپنے مدار پر گردش کرتا رہے گا نیز ۱۵ مہینوں میں اپنی ایک گردش پوری کرے گا یعنی اس سیارے کا سال ۱۵ مہینوں کا ہوگا سورج کے گرد اس کے ایک چکر کی لمبائی یا گولائی ۲۱ کروڑ ۷۴ لاکھ ۵۰ ہزار میل ہوگی۔ اور جس طرح ہر سیارہ سورج سے کروڑوں میل دور ہے۔ سی طرح یہ سیارہ بھی چاند سے لاکھوں میل دور چلے جانے کے بعد بھی سورج سے ۹ کروڑ ۲۴ لاکھ میل دور رہے گا۔

ہم ہرگز سائنس دانوں کی ناکامی کے خواہش مند نہیں۔ مگر اپنی زمین سے یہ شکایت ضرور ہے کہ آخر یہ کیوں ... ہے جو ہمیشہ دوسرے سیاروں پر جانے کی کوشش کو ناکام بنانے کی تاک میں رہتی ہے۔

امریکہ کے راکٹ پائنیر کو آخر اسی نے چاند کی طرف جانے سے روک دیا۔ اور اب یہ خبر آ رہی ہے کہ یہ روسی راکٹ جو چاند سے بھی آگے نکل گیا ہے ... اپنا مدار ... اسکی رفتار سست ہوتی جا رہی ہے۔ راکٹ جب داغا گیا تھا اس وقت اس کی رفتار سات میل فی سیکنڈ تھی۔ مگر اب صرف ڈیڑھ میل فی سیکنڈ رہ گئی ہے۔ اسلئے یہ اندیشہ پیدا ہو گیا ہے کہ زمین کی کشش ثقل اسے بھی اپنی طرف کھینچ لے گی۔ اگر ایسا ہوا تو پھر تجرباتی راکٹ داغنے کا سلسلہ دراز ہو جائے گا۔ چونکہ اس کوشش کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ سیاروں پر پہنچا جائے۔ اور زمین اور سیاروں کا سفر ممکن بنا دیا جائے۔ لیکن ابھی تک انسانی راکٹ صرف فضا میں اپنا مدار ہی بنا سکا ہے۔ ابھی اسے سیارے پر اترنا ہے اور پھر انسان کو لے کر سیاروں پر جانا ہے۔ بظاہر یہ کام بہت دور معلوم ہوتا ہے۔ مگر جس طرح روسی اس کوشش میں مصروف ہیں۔ روس اور امریکہ دونوں اب انسان بردار راکٹ بھیجنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ فی الحال وہ انسان کو راکٹ میں بٹھا کر چار سو میل کی بلندی پر لے جانا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے دونوں جگہ مسافروں کو ٹریننگ دی جا رہی ہے۔ روس اور امریکہ کے دو تاریخی آدمی سب سے پہلے فضا کا یہ سفر کریں گے۔ یہ خبر سنکر ہماری زبان سے بے ساختہ یہ دعا نکلتی ہے کہ ؎

بسلامت روی و باز آئی

یہ واپس آئیں اور اہل زمین کو اپنا سفرنامہ سنائیں۔ راکٹ سازی کی ایک غرض یہ ہے۔

امریکہ کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سائنسی دریافت کو زیادہ کار آمد بنانے کی فکر میں ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ صرف راکٹ کا فضا میں مدار بنا لینا یا کسی انسان کا صرف کسی سیارہ پر اُتر جانا چنداں مفید نہیں۔ اس سے بس اتنا ہی فائدہ ہوگا جتنا ماؤنٹ ایورسٹ کی تسخیر سے ہوا۔ آنے والی نسلیں اس مہم کی خبریں پڑھیں گی اور اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں پر فخر کریں گی۔ اس لئے امریکہ اس اہم دریافت کو زیادہ مفید کار آمد بنانے کے درپے نظر آتا ہے وہ تین مرتبہ انسان کو خلا کی طرف بھیج چکا ہے اور وہ تینوں مسافر اس مہم میں ہلاک ہو چکے ہیں۔ اب چوتھے آدمی کو چار سو میل کی بلندی پر بھیجنے کا پروگرام ہے روس کے متعلق یہ خبر مشہور ہے کہ اس نے بھی انسان کو فضا کی طرف بھیجا ہے۔ مگر سویٹ اکیڈمی آف سائنس کے ایک سرکردہ ممبر ڈاکٹر .... نے اس خبر کی تردید کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ روس اس وقت تک کسی انسان کو فضا کی طرف نہیں بھیجے گا جب تک اُسے واپس لانے کا راز بھی معلوم نہ کر لے گا۔ مگر امریکہ نے یہ مہم شروع کر رکھی ہے اور اب وہ راکٹ کے ذریعہ بھاری جہاز فضا میں بھیجنا چاہتا ہے۔ پائلٹ کے بغیر ہوائی جہاز تو وہ ایٹمی طاقت سے اڑا چکا ہے۔ اور اس میں کامیاب ہوا ہے۔ اگر وہ کارگو میزائل سسٹم یعنی سامان لے جانے والے جہاز بھی اڑا سکا تو یہ بڑی کامیابی ہوگی۔

ہم لوگ جو اس راکٹ اور میزائل کی اغراض و مقاصد سے بہت حد تک بے خبر ہیں۔ ان خبروں سے بہت خوف ہوتے ہیں۔ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ تو دراصل انسان کی طرف تیر چلانے سے پہلے تیر اندازی کی مشق ہے تو پھر ہمیں اپنی خطرناک پوزیشن کا صحیح احساس ہوگا۔ جو طاقت ایٹم اور راکٹ کے ذریعہ سامان بردار جہاز چاند کی طرف بھیجے گی۔ اس کیلئے ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف فوج اور سامان جنگ بھیجنا کتنا آسان ہوگا۔ وہ ایک گھنٹے کے اندر دنیا کے کسی حصہ میں فوج اور سامان جنگ بھیج سکتی ہے۔ آج تو ہمیں دنیا کی پہنائی بہت وسیع معلوم ہوتی ہے۔ مگر جس دن میزائلوں کا دور شروع ہوا۔ اس دن ہی ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے۔ ؎

ہو گئی فراخ اس قدر تنگ ہوا جہاں کہ یوں
صبح سات بجے قطب شمالی میں ہوں گے تو نو
بجے قطب جنوبی میں۔ بلکہ ممکن ہے کہ ہم پر وقت

اثر انداز ہی نہ ہو اور ہم وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ اڑتے پھریں۔ خدائی نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی آنکھیں یہ نظارہ بھی دیکھیں گی۔ یعنی واذا الارض مدت

سورہ رحمٰن میں دور حاضر کی تاریخ حسب ترتیب بیان کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری عالمگیر جنگ راکٹ سازی کے بعد ہی ہوگی۔ اس لئے کہ خدا نے انسان کے دوسرے سیاروں میں پہنچنے کی کوشش کے بعد ایک ایسی جنگ کا ذکر کیا ہے جس سے آسمان بھی تار تار ہو جائے گا۔ اللہ تعالےٰ راکٹ سازی کے ذکر کے بعد فرماتا ہے۔

یرسل علیکما شواظ من نار ونحاس فلا تنتصران۔ فبای الاء ربکما تکذبان فاذا انشقت السماء فکانت وردۃ کالدھان۔

تم دونوں پر (روس و امریکہ پر) آگ کے شعلے اور دھواں (گیس) بھیجا جائیگا۔ تم خدا کی کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے پس اس وقت آسمان سرخ چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔

ان آیات کریمہ میں ایک نہایت ہولناک جنگ کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ انگریز سائنسدان مسٹر ریل کی جو کتاب ابھی شائع ہوئی ہے انہوں نے لکھا ہے کہ اس وقت سائنس اتنی ترقی کر چکی ہے اور ایسے خوفناک آلات جنگ ایجاد کئے جا رہے ہیں کہ اب انسان چاند کو فوجی مرکز بنائے گا اور وہاں سے زمین پر حملہ آور ہوگا۔ اور اس جلد جلد میں ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ چاند کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور وہ زمین پر گر پڑے۔

بہر حال جنگ جو صورت بھی اختیار کرے میزائل کی جنگ ہو یا راکٹ کی۔ ان آیات میں اسی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ ابھی تک تو ہوائی جہازوں سے زمین پر حملہ ہوتا تھا۔ میں نے پہلی مرتبہ بمبئی پر تین جیٹ طیارہ کو پرواز کرتے دیکھا۔ اسکی بلندی اور تیز رفتاری دیکھ کر عقل دنگ رہ گئی۔ میزائل اور راکٹ کا استعمال کیا سماں باندھیگا اسکے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمین تو زمین ہے آسمان بھی انگارہ کی طرح لال ہو جائیگا

یہ تو وہ نقشہ جنگ ہے جو قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسری روایات میں اسکی اور بہت سی جزئیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے۔ جس کے راوی حضرت نواس بن سمعان ہیں۔ اس حدیث میں موجودہ زمانہ کی بہت سی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

اس حدیث شریف میں دجال اور یاجوج ماجوج کا ذکر کیا گیا ہے اور جس طرح ہم نے یہ دیکھا کہ جب ابتداءً یورپین اقوام کا ایشیاء خصوصاً ہندوستان پر حملہ تھا۔ تو اس وقت وہ صرف فاتح و حکمران ہی نہیں تھے بلکہ مذہبی مناد۔ داعی اور مشنری بھی تھے وہ سیاسی تفوق سے فائدہ اُٹھا کر لوگوں کو دین مسیحیت کی طرف بلایا کرتے تھے پارلیمنٹ کے بعض سرکردہ ممبروں نے برملا طور پر کہا تھا کہ خدا نے عیسائیوں کو ہندوستان جیسا وسیع ملک دنیاوی حکمرانی کے لئے نہیں دیا ہے۔ بلکہ خدا اس طرح دین عیسوی کی تبلیغ و اشاعت چاہتا ہے۔

۱۸۶۳ء میں عیسائی پادریوں کا ایک وفد وزیر اعظم انگلستان اور وزیر ہند سے ملا تو ان دونوں ارکان حکومت نے بھی وفد سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ

ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ سے
نہ صرف ہمارے دین بلکہ سیاسی مصالح
کو بھی فائدہ پہنچے گا۔

سرسید نے "اسباب بغاوت ہند" میں اس موضوع پر کافی بحث کی ہے اور واقعات سے ثابت کیا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں جو ہنگامہ ہوا اس کی ایک بڑی وجہ انگریز حکمرانوں کی عیسائیت نوازپالیسی تھی۔ انہوں نے کئی سرکاری چٹھیوں کا بھی حوالہ دیا ہے۔ جو کلکتہ کے سرکاری آفس سے ملازموں کے پاس بھیجے گئے تھے۔ اور انہیں مذہب عیسائیت قبول کرنے کی ترغیب دی گئی تھی۔

غرض واقعات سے ثابت ہے کہ جب یورپین اقوام ایشیا میں داخل ہوئیں تو اس وقت ان پر مذہبی رنگ غالب تھا۔ وہ سیاسی حاکم ہونے کے ساتھ مبلغ بھی اور ہندوستان میں عیسائیت کا فروغ و بول بالا چاہتے تھے لیکن اس کے بعد یورپ پر مذہب سے غافل ہونے لگا۔ اس پر دہریت غالب آنے لگی اور مغربی حکومت نے محض سیاسی رنگ اختیار کر لیا۔ اس تبدیلی کے آثار پہلی جنگ عظیم کے بعد نمایاں طور پر ظاہر ہوئے جب روس میں سرکاری طور پر مارکسزم تسلیم کر لیا گیا۔

حضرت نواس بن سمعان کی روایت میں مغربی حکومت کے ان دونوں دوروں کا ذکر کیا گیا ہے۔

ایک زمانہ ان کے مذہبی جوش و خروش کا ہوگا۔ اور وہ مذہب کا سبز باغ دکھا کر لوگوں کو عیسائیت کا ملقہ بگوش بنائیں گے۔ اس وقت لوگ اسکے اقتدار۔ خوشحالی اور ترقی سے بھی مرعوب ہوں گے اور اسی سے ان کو تبلیغ مسیحیت میں مدد ملیگی۔ حضرت مسیح کی آمد ثانی کا یہی زمانہ بتلایا گیا ہے۔ اب ۱۸۵۷ء اور اسکے بعد پہلی جنگ عظیم تک کا زمانہ دیکھئے۔ عیسائی مبلغوں کا عجیب جوش و خروش نظر آتا ہے۔ اسی زمانہ میں اسلام دباتی ... (باقی)

خطبہ جمعہ

سورۂ فاتحہ اسلام کی بہترین دعاؤں میں سے ایک دعا ہے

اگر ہم پورے اخلاص کے ساتھ اسے پڑھتے رہیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسلام کو تمام دیگر ادیان پر کھلا کھلا غلبہ عطا کرے گا

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ۔ فرمودہ ۵ دسمبر ۱۹۵۸ء بمقام ربوہ

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا
سورۂ فاتحہ اسلام کی

بہترین دعاؤں میں سے ایک دعا

ہے جس کی قرآن کریم میں خاص طور پر تعریف آئی ہے۔ چنانچہ اس کا ایک نام سبعًا من المثانی بھی رکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس کی سات آیتیں ہیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں مثانی کے معنے اصیلے کے بھی ہوتے ہیں۔ اور مثانی کے معنے داڑھی کے موڑنے کے بھی ہوتے ہیں۔ گویا یہ سورت انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف موڑ کر لے جانے والی ہے اور پھر بار بار دہرائی بھی جاتی ہے۔ چنانچہ تہجد کو ملا کر روزانہ چھ نمازوں میں سورۂ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اگر نوافل کو شامل نہ کیا جائے تو صرف ظہر کی نماز میں ۸ بار سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ دو سنتیں پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ پھر چار فرض پڑھے جاتے ہیں۔ اور پھر دو سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔ گو فرض نماز سے پہلے چار سنتیں بھی پڑھ لی جاتی ہیں۔ لیکن

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہمیشہ دو سنتیں ہی پڑھا کرتے تھے۔ پس آٹھ رکعتیں ظہر کی ہوئیں۔ اس کے بعد عصر کی چار رکعتیں ہیں۔ مغرب کی پانچ رکعتیں ہیں۔ عشاء کی چھ رکعتیں اور تین وتر ہیں اور آٹھ رکعتیں نماز تہجد کی ہیں۔ یہ کل ۴۲ رکعات بنتی ہیں جن میں سورۂ فاتحہ روزانہ پڑھی جاتی ہے۔ گویا اس سورت کی عظمت اس بات سے ظاہر ہے۔ کہ مسلمان اسے روزانہ ۴۲ بار پڑھتا ہے۔ اس سورۃ کی پہلی آیت الحمد للہ رب العلمین میں ہمیں

یہ سبق دیا گیا ہے

کہ اللہ تعالیٰ ہی کامل اور ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے۔ وہ کیوں کامل اور ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے۔ اس لئے کہ وہ رب العلمین ہے۔ یعنی سارے جہانوں کا رب ہے۔ اگر صرف مسلمانوں کا رب ہو۔ تو ایک عیسائی کیوں اس کی تعریف کرے گا ایک یہودی اس کی کیوں تعریف کرے گا ایک ہندو اور سکھ اس کی کیوں تعریف کرے گا خدا تعالیٰ کامل اور ہر قسم کی تعریفوں کا اسی صورت میں مستحق ہوگا۔ جب وہ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی، یہودی، بدھ، بہائی اور دوسرے سب مذاہب کے لوگوں پر احسان کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کلا نمد ھؤلاء و ھؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا (بنی اسرائیل ع ۲) یعنے ہم کسی خاص فرقہ کی مدد نہیں کرتے۔ بلکہ دنیا میں جتنے مذاہب اور اقوام ہیں ان سب کی مدد کرتے ہیں۔ اور

خدا تعالیٰ کی مدد

کسی صورت میں بھی رکتی نہیں جاتی۔ چنانچہ کون شخص ہے جو خدا تعالیٰ کی مدد کو روک سکے۔ ایک مسلمان باوجود اس کے کہ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب ہے۔ یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ دعا کرے کہ اے اللہ تو ہندوؤں کی مدد نہ کر۔ اور اگر وہ کہے بھی تو خدا تعالیٰ اس کی کیوں سنے گا۔ وہ عیسائیوں کو بھی رزق دیتا ہے وہ ہندوؤں کو بھی رزق دیتا ہے وہ سکھوں کو بھی رزق دیتا ہے۔ بلکہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں یعنے مکہ اور خیبر کے رہنے والوں کو بھی رزق دیا کرتا تھا۔ مدینہ کے یہودی بھی آپ کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ ان کی بھی دنیوی مدد کرتا تھا۔ اور اس امر کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ وہ یہی سمجھتا تھا کہ بے شک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں۔ لیکن میرے بندے ہیں۔ اگر میں ان کی مدد نہ کروں۔ تو میں رب العالمین نہیں ہو سکتا۔ غرض خدا تعالیٰ ہر ایک کی مدد کرتا رہا ہے۔ کرتا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔ کیونکہ وہ رب العالمین تھا۔

رب العالمین ہے

اور قیامت تک رب العالمین رہے گا۔ اور جب وہ قیامت تک رب العالمین رہے گا۔ تو قیامت تک ملنے بھی نہ رکے گی۔ وہ ان کی مدد کرے گا۔ بلکہ وہ بندوں کے مرنے کے بعد بھی رب العالمین رہے گا۔ کیونکہ وہ

موت کے بعد بھی

مسلمانوں۔ یہودیوں اور عیسائیوں میں سے جو نیک لوگ ہوں گے ان کو جنت میں لے جائے گا۔ اور ان کی ربوبیت کرے گا۔

پھر فرماتا ہے الرحمٰن الرحیم خدا تعالیٰ ساری تعریفوں کا کیوں مستحق ہے۔ اس لئے کہ وہ رحمٰن ہے۔ رحمٰن کے معنے ہیں ایسی وسیع مدد کرنے والا جس میں کسی فرقہ بندی کا خیال تک نہ ہو۔ گویہ لفظ بھی رب العالمین کی تشریح کرتا ہے لیکن

الرحیم کا لفظ

بتاتا ہے کہ یہ مدد ہمیشہ جاری رہے گی۔ کیونکہ رحیم میں لمبائی پائی جاتی ہے۔ گویا رحمٰن سبحان ربی العظیم کا قائمقام ہے اور رحیم سبحان ربی الاعلیٰ کا قائم مقام ہے۔ یعنی رحیمیت اگلے جہان تک بھی ممتد ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ مالک یوم الدین۔ یعنی انجام خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے۔ تاکہ انسان کسی دوسرے پر ناجائز سختی نہ کرے اگر

انجام بندہ کے ہاتھ میں

ہوتا۔ تو دشمن کو مار ہی ڈالتا۔ اور اس پر بالکل رحم نہ کرتا۔ چنانچہ دیکھ لو جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کیا۔ تو خدا تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا۔ کہ اپنے دشمنوں کو معاف کر دو۔ اگر اس وقت انسانوں کی بات مانی جاتی۔ تو صحابہ کہتے سب مکہ والوں کو قتل کر دو۔ مگر خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ ہم نے تم کو قتل نہیں بنایا تم انہیں لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر معاف کر دو۔ جنگ حنین میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا وہ آپ نے مکہ والوں میں تقسیم کر دیا۔ اس پر ایک منافق نے کہا۔ کہ آپ نے تقسیم میں انصاف سے کام نہیں لیا۔ حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔ یا رسول اللہ اگر اجازت ہو تو اس کا سر کاٹ دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اس کی اجازت نہیں دی اور پھر خدا تعالیٰ کے علاوہ دنیا کا بھی تو خیال کرو۔ اگر میں نے اس کو قتل کرا دیا۔ تو لوگ کہیں گے یہ اچھا رسول ہے۔ جو اپنے ساتھیوں کو مارتا پھرتا ہے غرض اگر انجام لوگوں کے اختیار میں ہوتا تو وہ اپنے مخالفین کو مار ڈالتے۔

حضرت ابوبکرؓ کا ایک بیٹا

بعد میں مسلمان ہوا تھا۔ ابتدا میں وہ مسلمانوں کے خلاف لڑتا رہا۔ جنگ بدر میں کفار کی طرف سے جنگ میں شامل ہوا تھا۔ اس نے ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپ ایک دفعہ لڑائی کرتے کرتے میرے پاس سے گزرے تھے۔ اس وقت میں ایک پتھر کی اوٹ میں تھا۔ اگر میں چاہتا تو آپ کو مار سکتا تھا۔ لیکن مجھے خیال آیا کہ اپنے باپ پر وار نہیں کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا۔ تیری قسمت اچھی تھی۔ کہ تو مجھے دکھائی نہ دیا۔ ورنہ خدا کی قسم اگر میں تجھے دیکھ لیتا۔ تو میں نے تجھے ضرور مار ڈالنا تھا۔ کیونکہ مجھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنیوالا کبھی پسند نہیں آیا۔ تو دیکھو حضرت ابوبکرؓ جو

نہایت رحیم و کریم انسان تھے

انہوں نے بھی اپنے بیٹے کے متعلق کسی رحم کے جذبہ کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا کہ اگر میں تجھے دیکھ لیتا تو ضرور قتل کر دیتا۔ پس اگر مسلمانوں پر چھوڑا جاتا۔ تو وہ مکہ والوں کو کبھی بھی زندہ نہ رہنے دیتے۔ لیکن رب العالمین الرحمان و رحیم خدا نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ ان لوگوں کو زندہ رکھو۔ اس وقت یہ بات مسلمانوں کو بھی بُری لگی۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ جس دروازہ سے مکہ میں داخل ہوئے تھے اس طرف بعض مشرک ان کے سامنے آ گئے۔ اور آپ نے انہیں قتل کر دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی۔ تو آپؐ نے سخت بُرا منایا۔ اور فرمایا میں نے تو حکم دیا تھا۔ کہ شہر میں گھستے ہوئے کسی کو قتل نہیں کرنا۔ خالد بن ولیدؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ یہ لوگ ہمارا راستہ روک کر کھڑے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہیں کس نے حکم دیا تھا کہ رستہ روکنے والوں کو مار ڈالو۔ جب میں نے حکم دیا تھا۔ کہ کسی کو نہیں مارنا۔ تو تم نے انہیں کیوں مارا۔ پھر آخری فیصلہ جب خدا تعالیٰ نے آپ سے کرایا۔ تو یہی کرایا کہ

لا تثریب علیکم الیوم

یعنی تمہیں کوئی سزا نہیں ملے گی۔ جاؤ تمہیں معاف کیا جاتا ہے۔ ابو سفیان جس نے ساری عمر آپ کی مخالفت کی۔ اس کی بیٹی

حضرت ام حبیبہؓ سے آپ نے شادی کر لی تھی۔ ایک دفعہ آپؐ گھر پر تشریف لائے تو آپؐ نے دیکھا کہ حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے چھوٹے بھائی معاویہؓ کا سر اپنی ران پر رکھا ہوا ہے اور ان سے پیار کر رہی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر وہ شرما گئیں۔ اور خیال کیا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کہیں بُرا نہ منائیں۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ معاویہؓ تمہیں پیارا لگتا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا۔ میں بھی اسے پیار کرتا ہوں۔ حالانکہ وہ آپ کے سخت ترین دشمن ابوسفیان کا بیٹا تھا۔ جس نے

اُحد کے موقعہ پر

آپ کو زخمی کرایا تھا۔ خود کا کیل آپ کے جبڑے میں گڑ گیا تھا۔ اور آپ کے بعض دانت بھی ٹوٹ گئے تھے۔ پھر ابوجہل آپ کا شدید دشمن تھا۔ ابوجہل کے خلاف مسلمانوں میں اس قدر جوش تھا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف فرماتے ہیں۔ کہ جنگ بدر کے موقعہ پر دو پندرہ پندرہ سالہ انصاری لڑکے میرے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ میں لڑائی کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ ایک لڑکے نے مجھے کہنی ماری۔ اور کہا چچا مجھے بتاؤ ابوجہل کون ہے۔ میں نے سنا ہے۔ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا دکھ دیا کرتا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ آج اسے قتل کر دوں

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف

فرماتے ہیں۔ میں نے ابھی اسے کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ مجھے دوسرے لڑکے نے کہنی ماری۔ اور کہا چچا ابوجہل کون ہے۔ میں نے سنا ہے۔ کہ وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت دکھ دیا کرتا تھا۔ آج میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف فرماتے ہیں۔ یہ دونوں لڑکے پندرہ پندرہ سال کے تھے اور میں بڑا تجربہ کار جرنیل تھا۔ لیکن میرے وہم میں بھی نہیں آتا تھا کہ میں ابوجہل کو قتل کروں گا۔ میں نے انگلی سے اشارہ کیا اور کہا۔ وہ ابوجہل ہے۔ جس کے سامنے دو جرنیل ننگی تلواروں سے پہرہ دے رہے ہیں۔ میرا اشارہ کرنے کی دیر تھی کہ وہ دونوں لڑکے باز کی طرح جھپٹا مار کر گئے۔ اور ابوجہل تک جا پہنچے۔ ابوجہل کے آگے دو جرنیل تھے۔ جن میں سے ایک اس کا اپنا بیٹا عکرمہؓ تھا۔ انہوں نے ان لڑکوں پر حملہ کیا۔ جس کی وجہ سے ایک لڑکے کا بازو کٹ کر جسم کے ساتھ لٹک گیا۔ اس پر اس لڑکے نے کٹے ہوئے بازو پر گھٹنا رکھ کر زور سے اسے جھٹکا دے کر جسم سے علیحدہ کر دیا۔ اور خود

ابوجہل پر جا کودا

اور اسے زخمی کر کے نیچے گرا دیا۔ تو دیکھو مسلمانوں میں ابوجہل کے متعلق کتنا جوش تھا۔ مگر رب العالمین خدا کا یہ حال تھا کہ اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دکھایا کہ آپ کے لئے جنت سے انگوروں کا ایک خوشہ آیا ہے۔ اس کے بعد ایک اور خوشہ لایا گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ خوشہ کس کے لئے ہے۔ فرشتہ نے کہا۔ ابوجہل کے لئے ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں یہ سُن کر گھبرا گیا کہ خدا تعالےٰ کا رسول تو جنت میں جائے گا۔ اور اس کا شدید ترین دشمن ابوجہل بھی جنت میں جائے گا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ لیکن جب عکرمہؓ مسلمان ہو گئے تو آپ نے فرمایا۔ کہ اب میں سمجھا کہ اس

خواب کی یہی تعبیر تھی

گویا اللہ تعالےٰ نے ایک طرف تو ابوجہل کو سزا دی۔ اور دوسری طرف اس پر یہ احسان کیا۔ کہ اس کے بیٹے عکرمہؓ کو مسلمان بنا دیا۔ جس نے اسلام کی خاطر بڑی بھاری قربانیاں کیں۔ اس کی قربانیوں کے وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے تھے۔ لیکن وہ مسلمانوں میں بہت مقبول اور مکرم و محترم ہوا۔ اور روم کے مقابلہ میں ایک جنگ میں ایک ایسا نمونہ دکھایا۔ کہ وہ دوسرے صحابہ کو پانی پلانے کی خاطر خود پیاسا مر گیا۔ تو دیکھو یہ خدا تعالےٰ کا احسان ہے۔ خواب بھی خدا تعالےٰ ہی دکھاتا ہے۔ انسان خود بخود تو نہیں دیکھ سکتا۔

مجھے یاد ہے

لالہ شرمپت رائے ایک آریہ تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے دوستوں میں سے تھے۔ انہیں ایک زخم آ گیا۔ قادیان میں ایک نومسلم ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب تھے۔ جو علاج معالجہ کرتے تھے۔ لالہ شرمپت بھی انہی سے علاج کرواتے رہے جس کی وجہ سے انہیں افاقہ بھی ہوا۔ مگر بعد میں انہوں نے علاج کروانا ترک کر دیا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب کو خدا تعالےٰ نے خواب دکھائی۔ کہ لالہ شرمپت کے پاس فیس کے لئے روپیہ نہیں۔ اس لئے وہ آنا چھوڑ گیا ہے چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے لالہ شرمپت کو بلایا اور کہا۔ آپ مجھ سے باقاعدہ علاج کروائیں۔ میں آپ سے کوئی فیس نہیں لوں گا چنانچہ انہوں نے پھر علاج کروانا شروع کر دیا۔ اور اس کے نتیجہ میں وہ زخم بالکل درست ہو گیا۔ تو دیکھو یہ خواب خدا تعالےٰ نے ہی دکھائی تھی

لالہ شرمپت آریہ تھا

لیکن رب العالمین خدا کے نزدیک ایک آریہ بھی ویسا ہی اس کا بندہ ہے۔ جیسے ایک مسلمان۔ اس نے خواب میں ڈاکٹر عبداللہ صاحب کو بتا دیا۔ کہ لالہ شرمپت سے فیس نہ لینا۔ پھر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ساتھیوں کو تنگ کرنے کے لئے مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین نے مسجد مبارک کے سامنے دیوار کھنچوائی تو عدالت میں کئی سال تک مقدمہ چلتا رہا۔ آخر اس مقدمہ کا فیصلہ ہوا۔ اور مقدمہ کے اخراجات جو چار پانچ سو کے قریب تھے مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین وغیرہ پر ڈالے گئے۔ جب ان کے خلاف جج نے ڈگری دی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور میں تھے آپ کو

رؤیا میں دکھایا گیا

کہ مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین مالی لحاظ سے بہت تنگ حالت میں ہیں آپ نے فوراً ایک آدمی گورداسپور سے قادیان بھجوایا۔ اور ان سے کہا کہ میں تم سے روپیہ نہیں لوں گا۔ اب دیکھو یہ سب کچھ رب العالمین خدا نے ہی کیا تھا۔ ان لوگوں نے ساری عمر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ظلم کئے اور ان میں سے ایک تو اتنا کٹر دہریہ تھا کہ

حضرت خلیفہ اوّلؓ سنایا کرتے تھے

کہ ایک دفعہ مرزا امام الدین کے پیٹ میں درد ہوئی۔ تو انہوں نے مجھے بلوایا۔ میں جب گیا۔ تو وہ کمرے میں لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے ہائے اماں۔ ہائے اماں۔ میں نے کہا مرزا صاحب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ لیکن ابھی تک آپ اماں اماں ہی کہتے ہیں۔ خدا کو نہیں پکارتے۔ کہنے لگا۔ ماں کو تو میں نے دیکھا ہے۔ لیکن خدا تعالےٰ کو میں نے نہیں دیکھا۔ پھر اس نے کہا۔ پھر اس نے کہا۔ مولوی صاحب میں بچپن سے ہی بڑا سلیم الفطرت تھا۔ جب مسلمان لوگ مسجد میں جاتے اور چوتڑ اوپر کر کے اور سر نیچے کر کے سجدہ کرتے۔ تو میں ان پر ہنسا کرتا تھا کہ یہ کیسے بیوقوف لوگ ہیں کہ اتنی عمر کے ہو کر بھی ایسے خدا کے سامنے سجدہ کر رہے ہیں۔ جو انہیں نظر نہیں آ رہا۔ غرض ان لوگوں کی یہ حالت تھی۔ مگر رب العالمین خدا نے ان کا بھی خیال رکھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھایا کہ ان کی حالت خراب ہے۔ انہیں معاف کر دو تو

ہمارا خدا رب العالمین خدا ہے

وہ ہر ایک کے لئے اپنی ربوبیت کا نمونہ دکھاتا ہے۔ پرانے زمانہ میں بھی وہ رب العالمین تھا۔ اور اس زمانہ میں بھی وہ رب العالمین ہے۔ اور آئندہ زمانہ میں بھی وہ رب العالمین رہے گا۔ پرانے زمانہ میں ایک بزرگ تھے بغداد کا بادشاہ کہیں سفر پر گیا ہوا تھا۔ وہاں سے اس نے ایک ہرکارہ بھجوایا کہ انہیں میرے پاس بلا لاؤ۔ وہ بیچارے بہت گھبرائے اور اسی وقت خچر یا گھوڑے پر سوار ہو کر بادشاہ کی ملاقات کے لئے روانہ ہو گئے۔ شہر سے کچھ دور گئے۔ تو بارش آ گئی۔ ارد گرد کوئی مکان نہیں تھا۔ اچانک انہیں ایک جھونپڑی نظر آئی۔ وہ اس کی طرف چل پڑے۔ اور وہاں پہنچ کر مکین سے اجازت لے کر اندر چلے گئے۔ جھونپڑی کے مالک نے ان سے پوچھا آپ کون ہیں۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ میں فلاں ہوں۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ آپ اس وقت کدھر جا رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ اس اس طرح

بادشاہ کی طرف سے پیغام

آیا ہے۔ اور میں اس کی ملاقات کے لئے جا رہا ہوں۔ ویسے میں نے کوئی قصور نہیں کیا۔ جھونپڑی کا مالک ایک اپاہج تھا۔ اور چل پھر نہیں سکتا تھا۔ وہ اس بزرگ کا جواب سُن کر ہنس پڑا اور کہنے لگا۔ آپ بے شک واپس تشریف لے جائیے۔ آپ کو خدا تعالےٰ بغداد سے یہاں صرف میرے لئے لایا ہے۔ میں کئی سال سے دعا کر رہا تھا کہ اے خدا میں تو اپاہج ہوں۔ اور بغداد جا کر اس بزرگ کی زیارت نہیں کر سکتا۔ تو مجھے ان کی یہیں زیارت کرا دے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ نے میری دعا سُن لی۔ اور میری اس

دعا کے نتیجہ میں

ہی وہ آپ کو یہاں لے آیا۔ چنانچہ واقعہ میں ایسا ہی ہوا۔ کچھ دیر کے بعد بادشاہ کا ایک دوسرا ہرکارہ آیا۔ اور اس نے کہا۔ کہ نام میں غلطی ہو گئی ہے۔ بادشاہ نے کسی اور شخص کو طلب کیا تھا۔ مگر غلطی سے آپ کے نام پیغام بھیج دیا گیا۔ آپ بے شک تشریف نہ لائیں۔ تو دیکھو ہمارا خدا رب العالمین ہے۔ اس نے اس اپاہج کے لئے بھی اس بزرگ کی زیارت کا سامان کر دیا۔ اور اس بزرگ کو اس کے پاس لے گیا۔ پھر اس کے بعد فرماتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ساری تعریفوں کا اس لئے مستحق ہے کہ وہ مالک یوم الدین بھی ہے۔ اور

اس کی تعریف کی یہ علامت ہے

کہ مومن اس کے عظیم الشان احسانات دیکھتا ہے تو بے اختیارانہ کہہ اٹھتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ یعنی اے خدا تیرے اتنے بڑے احسانوں کے ہوتے ہوئے میں کسی اور کی عبادت نہیں کر سکتا۔ اس کو یہ پتہ

نظر آجاتی ہے کہ اس احسان کرنے والے خدا کو چھوڑ کر میں بتوں کے سامنے کیوں جھکوں۔ انہوں نے مجھ پر کونسا احسان کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے تو مجھ پر بے شمار احسانات ہیں۔ میرے بیوی بچوں پر احسانات ہیں میرے ہمسایوں پر احسانات ہیں۔ وہ مجھے اور میرے عزیزوں کو بھی رزق دیتا ہے۔ میرے دشمنوں کو بھی رزق دیتا ہے اس لئے وہ اس قابل ہے کہ میں اسی کے آگے جھکوں۔ چنانچہ وہ بے اختیار ہو کر کہہ اُٹھتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین۔ یعنی اے خدا جب تو مجھے بن مانگے دے رہا ہے تو میں کسی اور سے کیوں مانگوں۔ بس تجھ سے ہی مانگوں گا۔ دوسرا کوئی میری ضرورت کو کیا پورا کرے گا۔ وہ تو مانگوں بھی تو کچھ نہیں دے سکتا اور تو مجھے بن مانگے دے رہا ہے۔ اور پھر مجھے ہی نہیں دے رہا بلکہ ان کو بھی دے رہا ہے جو تیرے نبیوں کے بھی دشمن ہیں۔ اور تجھ کو بھی گالیاں دیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے

حضرت خلیفہ اول رضؓ فرمایا کرتے تھے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان عطا فرمائی ہے۔ جس سے وہ اسے گالیاں بھی دے لیتا ہے مگر وہ اس قانون کو کہ زبان کریلے کو کڑوا اور میٹھے کو میٹھا چکھے کبھی تبدیل نہیں کر سکتا۔ گویا خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو انسان کو اپنے قانون کا ایسا پابند بنایا ہے کہ وہ اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ اور دوسری طرف اُسے ایسا بااختیار بنایا ہے کہ وہ چاہے تو اس زبان کے ساتھ خدا تعالیٰ کو بھی گالیاں دے لے یا چاہے تو اس کی تسبیح و تحمید کرے۔

پھر وہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم اے خدا تو مجھے صراط مستقیم دکھا دے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ سے صراط مستقیم مانگتے ہیں۔ وہ صراط مستقیم کے لئے کوئی کوشش بھی کرتے ہیں یا نہیں

یہ کتنے ظلم کی بات ہے

کہ ہم خدا تعالیٰ سے صراط مستقیم تو مانگتے ہیں لیکن صراط مستقیم کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتے۔ یہ تو منافقت کی علامت ہے کہ ہم ۲۴ دفعہ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ہمیں صراط مستقیم دکھا لیکن

ہمارا طریق یہ ہے

کہ اگر ہمارا کوئی دوست ذرا سی بات بھی خدا اور اس کے رسولؐ کے خلاف ہمارے کان میں ڈالے تو ہم اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور خدا اور اس کے رسول کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم روزانہ نماز میں کھڑے ہو کر تیس سے زیادہ دفعہ جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے تو یہ ہیں کہ اے اللہ تو ہمیں صراطِ مستقیم بخش لیکن عملاً ہم ٹیڑھا رستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ہم خالی رستہ بھی نہیں مانگتے بلکہ کہتے ہیں صراط الذین انعمت علیھم ہمیں نبیوں والی صراط مستقیم دکھا۔ یعنی مانگتے تو یہ ہیں کہ ہمیں وہ طریق بتا جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا۔ وہ رستہ بتا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اختیار کیا۔ وہ رستہ بتا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ جو حضرت زکریا علیہ السلام کا تھا جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کا تھا جو حضرت حزقیل علیہ السلام کا تھا جو حضرت یرمیاہ علیہ السلام کا تھا۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا جو حضرت نوح علیہ السلام کا تھا۔ جو حضرت آدم علیہ السلام کا تھا۔ گویا ہم کوئی چھوٹی بات نہیں مانگتے بلکہ

سارے نبیوں کے کمالات

مانگتے ہیں۔ لیکن خود ایک منافق جتنا کام بھی نہیں کرتے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ہم اپنے منہ سے اپنے جھوٹا ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور جب ہم اپنے جھوٹا ہونے کا خود اقرار کرتے ہیں تو ہماری دعا کیوں قبول ہو۔ پھر انسان کہتا ہے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ کہ الٰہی ہمیں یہودیوں جیسا نہ بنائیو۔ ہمیں عیسائیوں جیسا نہ بنائیو۔ بلکہ ہمیشہ ان لوگوں میں شامل رکھیو جو تیری رضا حاصل کر چکے ہیں۔ اگر ہم اخلاص سے یہ دعا مانگیں تو یقیناً ہمیں خدا تعالیٰ قیامت تک عیسائیوں اور یہودیوں کے نقش قدم پر چلنے سے بچا لے گا اور اسلام کی فتح کے نقارے دُنیا میں بجنے لگ جائیں گے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اب احمدیوں کے ہاتھ سے کوئی اکا دکا مسلمان ہوتا ہے اور غیر احمدی اس سے بہت متاثر ہوتے ہیں مگر

سوال یہ ہے

کہ اس سے اسلام کا غلبہ نہیں ہوتا۔ غلبہ کے تو یہ معنے ہیں کہ اسلام اتنا پھیل جائے کہ دوسرے تمام مذاہب دب جائیں۔ لیکن ابھی یہ بات پیدا نہیں ہوئی اور یہ نقص صرف اس لئے ہے کہ ہم سورہ فاتحہ پورے اخلاص سے نہیں پڑھتے۔ اگر ہم سورۂ فاتحہ پورے اخلاص سے پڑھیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ اسلام کو ایسا غلبہ عطا کر دے گا کہ دوسرے ادیان اس کے مقابلہ میں بالکل بے حقیقت ہو جائیں گے اور جیس طرح

خدا تعالیٰ کی بادشاہت

آسمان پر ہے ویسے ہی زمین پر بھی اس کی بادشاہت آجائے گی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نشانات کے لحاظ سے ہمارے لئے زمین پر بھی خدا تعالیٰ کی بادشاہت ہے۔ مگر ہم تو چاہتے ہیں۔ کہ ظاہری بادشاہت بھی خدا تعالیٰ کی ہو۔ اور یہ ظاہری بادشاہت اسی وقت نظر آسکتی ہے۔ جب روس بھی مسلمان ہو جائے۔ امریکہ بھی مسلمان ہو جائے۔ برطانیہ بھی مسلمان ہو جائے۔ جرمنی بھی مسلمان ہو جائے۔ ہندوستان بھی مسلمان ہو جائے۔ اور اس طرح ظاہری اور باطنی دونوں بادشاہتیں مل کر کفر کو دنیا سے مٹا ڈالیں۔

امتِ مسلمہ کا اصل مقام!!

از حضرت سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندر آباد۔ دکن

دنیا کی آبادی اڑھائی ارب ہے جس میں مسلمان پچاس کروڑ ہیں اور باقی دو ارب غیر مسلم خدا تعالیٰ نے دنیا کی تمام اقوام میں اپنے رسول بھیجے اور ان سب کے ذریعہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کی تعلیم دی گئی۔ کچھ عرصہ تک تمام اقوام اپنے اپنے رسول کی تعلیم کے مطابق توحید پر قائم رہیں۔ بعد میں رفتہ رفتہ ہر ایک قوم مختلف مشرکانہ عقائد میں مبتلا ہو گئی۔

بعض قومیں انسان کو خدا سمجھ کر پرستش کرنے لگ گئیں۔ بعض انسانوں کو خدا کا بیٹا سمجھ کر اس کی پرستش کرنے لگ گئیں۔ بعض بت کی۔ بعض سورج کی۔ چاند کی۔ آتش کی۔ گائے اور پتھر وغیرہ کی پرستش کرنے لگ گئیں۔ اس طرح دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ مشرک ہو گیا۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے اس کی سزا جہنم ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی بہت بڑی مخلوق کو جو غلط راہ پر جا رہی ہے اس کو بچانا از حد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر فرض کر دیا کہ وہ ان کی راہنمائی کریں کیونکہ ان کی اصلاح صرف اسلام کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی کرنا مسلمانوں پر واجب کر دیا۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے ساری مسلم قوم اسی مقصد کے لئے پیدا کی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرماتا ہے:-

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (سورہ ۳ آیت ۱۱۰)

یعنی تم بہترین جماعت ہو جسے لوگوں کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے اور بدی سے روکتے ہو۔ دوسری تمام اقوام پر بھی خدا تعالیٰ کی عبادت فرض ہے۔ مگر وہ گمراہ ہو گئی ہیں۔ وہ دن رات روپیہ کمانا اور عیش و آرام کرنا جانتے ہیں جس کا نتیجہ وہ مرتے ہی دیکھ لیں گے۔ مگر مسلمانوں پر خدا تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے کہ وہ ان کی رہنمائی کے کام میں لگ جائیں اور اس کام کے لئے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی جان و مال خرید لئے ہیں اور اس کے بدلے میں جنت جیسی عظیم الشان نعمت کا وعدہ کیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے:-

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (سورۃ ۹ آیت ۱۱۱)

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جان و مال خرید لئے ہیں اور اس کے بدلے میں ان کے لئے جنت ہے۔

خدا تعالیٰ کے اس فرمان سے ہمیں سمجھنا اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ مال ہمارے پاس ہے وہ سب کا سب خدا تعالیٰ کا مال ہو گیا۔ اس کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھنا چاہیئے۔ اور جو کام ہم پر فرض کیا گیا ہے اس کام پر خرچ کرنا چاہیئے۔ تا خدا تعالیٰ کے وعدے کے مطابق ہم جنت حاصل کر سکیں مسلمان کی زندگی کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے دوسروں کی رہنمائی کے لئے خود جان و مال سے قربان ہو جاتا ہے اور جنت کا حقدار ہو جاتا ہے۔ الحمد للہ۔

(۲) گزشتہ زمانے میں مسلمانوں نے اشاعت اسلام کا کام خوب کیا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی تعداد اکر دڑوں تک پہنچ گئی مگر جوں جوں اسلام ترقی کرتا گیا۔ اکثر مسلمان دنیادار ہوتے گئے۔ اور عیش و آرام میں پڑ گئے۔ مگر خدا تعالیٰ کو اشاعت اسلام کا کام ہمیشہ جاری رکھنا منظور تھا۔ اس لئے اس نے یہ انتظام فرمایا کہ ہر صدی کے شروع میں ایک ربانی مجدد مبعوث فرمائے اور اس کے ذریعہ تبلیغی جماعت قائم ہو۔ (۲) طرح خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ (۵) اشاعت اسلام کا کام تا ہنوز جاری ہے۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ایک عظیم الشان مصلح موعود مبعوث فرمایا۔ اس نے ایسی تبلیغی جماعت تیار کی جس کے ذریعہ تمام جہاں میں اشاعت اسلام کا کام زور شور سے جاری ہے۔ الحمد للہ۔

(۳) رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اشاعت اسلام کے متعلق سخت تاکید فرمائی ہے حضور نے مسلمانوں کے سب سے جنتی فرقہ کی یہ نشانی بتلائی کہ ما انا علیہ واصحابی۔ یعنی میں اور میرے اصحاب جو اشاعت اسلام کا کام کرتے ہیں اس کی پیروی کرنے والا جنتی ہوگا۔

خادم اسلام

عبد اللہ الہ دین۔ سکندر آباد ۱۲ ۵۸ء

ذکرِ حبیب علیہ السّلام

جلسہ سالانہ ربوہ کے موقعہ پر حضرت مرزا شریف احمد صاحب مدظلہ العالی کی تقریر

(۲)

خواجہ کمال الدین صاحب ہی کا اسی قسم کا ایک اور واقعہ ہے اور اس کی توثیق حافظ مختار احمد صاحب شاہجہانپوری سے بھی میں نے کرا لی ہے جو خود اس واقعہ کے وقت موجود تھے۔

لاہور میں جلسۂ اعظم مذاہب ۱۸۹۶ء میں جب منعقد ہوا تو حضورؑ کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی چنانچہ حضورؑ نے اس جلسہ کے لئے وہ معرکۃ الآراء مضمون تحریر فرمایا جو آج "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے شائع شدہ کتاب کی صورت میں ملتا ہے اور جسے اس جلسہ میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا تھا۔ آپ نے جب یہ مضمون مکمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپ پر یہ ظاہر فرمایا کہ آپ کا یہ مضمون تمام دوسرے مضامین پر غالب اور بالا رہے گا۔ چنانچہ حضور نے قبل از وقت اس مضمون کے اشتہار بھی شائع کروا دیئے جس میں اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کو واضح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔

۲۶ - ۲۷ - ۲۸ر دسمبر اس جلسہ کی تاریخیں تھیں۔ اور ۲۱ر دسمبر کو حضورؑ کی طرف سے "سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری" کے عنوان سے اشتہار شائع کیا گیا، جس میں یہ الفاظ تھے کہ مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔ اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اول سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی۔ اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔ اسی طرح اس اشتہار میں یہ الہام بھی درج تھا کہ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ خَیْبَرُ

جب یہ اشتہار شائع کروا دیئے گئے تو دیواروں وغیرہ پر چسپاں کرنے اور تقسیم کرنے کی غرض سے خواجہ کمال الدین صاحب کو ہی دیئے گئے۔ لیکن خواجہ صاحب کو اس پر بھی سخت تردد اور گھبراہٹ تھی۔ بلکہ انہوں نے برملا ایسے خیالات کا اظہار کیا کہ یہ مضمون گویا اس قابل ہی نہیں کہ اس کے متعلق یوں قبل از وقت تحدی اور چیلنج کی صورت میں اشتہار دے دیا جاتے۔ چنانچہ ان کا یہی ذہنی تذبذب اور دغدغہ تھا کہ اگرچہ وہ ان اشتہارات کو روک تو نہیں سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے دیواروں وغیرہ پر لگوائے۔ اتنی بلندی اور اونچائی پر کہ جہاں سے لوگ انہیں آسانی سے پڑھ بھی نہ سکیں لیکن اس کے باوجود یہ خدا کی بات تھی جو خدا کے ایک مامور کے منہ سے نکلی تھی اور اس سے اسلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی شان اور فضیلت کا اظہار وابستہ تھا۔ چنانچہ وہ بہرحال پوری ہو کر رہی۔ اور دنیا اور خود خواجہ کمال الدین صاحب نے دیکھا کہ جس چیلنج کو وہ دبانے کی کوشش کر رہے تھے۔ اسی کے مطابق وہ مضمون تمام دوسرے مضامین پر غالب رہا۔ اور دشمن و دوست نے اس کا اعتراف کیا کہ اگر آج اس مجلس میں اسلام کے اس جری پہلوان کی طرف سے یوں اسلام کی اتنی شاندار ترجمانی اور نمائندگی نہ ہوتی تو مسلمانوں کی ناک کٹ جاتی۔ چنانچہ اس وقت کے اخبارات وجرائد نے بھی جلسہ کی کارروائی درج کرتے ہوئے حضورؑ کے اس مضمون کی بے پناہ تعریف کی تھی اور اب بھی اپنی کتابی شکل میں جن لوگوں تک یہ مضمون پہنچ رہا ہے۔ وہ اس کو پڑھ کر اس کے بے مثال معجزہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور اسلام کی ازلی وابدی صداقتوں کا اعتراف کئے بغیر انہیں کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

اس سلسلہ میں مجھے ایک مخالف غیر احمدی اخبار نویس کا تبصرہ بھی ملا ہے جو اس نے انہی دنوں خود اس تقریر کو سن کر لکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس سے پہلے یہ تبصرہ ہمارے ریکارڈ میں نہیں آیا۔ اس لئے ازدیادِ ایمان کے خیال سے بھی اور خواجہ صاحب کے اس تذبذب کے ساتھ تقابل کے نقطۂ نگاہ سے بھی وہ تبصرہ دوسروں کو سنا دیتا ہوں۔ اخبار نویس لکھتا ہے:-

"ان لیکچروں میں سب سے عمدہ لیکچر جو جلسہ کی روحِ رواں تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔ ۲۷ر دسمبر قریباً چار گھنٹے اور ۲۸ر دسمبر کو دو گھنٹے تک ہوتا رہا گل چھ گھنٹے میں یہ لیکچر تمام ہوا۔ جو حجم میں سو صفحے کلاں تک ہو گا غرضیکہ مولوی عبد الکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے فقرہ فقرہ پر صدائے آفرین و تحسین بلند تھی۔ اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لئے حاضرین کی طرف سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا۔ دیگر مذاہب میں سے جتنے لوگوں نے لیکچر دیئے۔ سچ تو یہ ہے کہ جلسہ کے مستفسرہ سوالوں کے جواب بھی نہیں تھے۔ عموماً سپیکر صرف چوتھے سوال پر ہی رہے اور باقی سوالوں کو انہوں نے بہت ہی کم بیش کیا۔ اور زیادہ تر اصحاب تو ایسے بھی تھے جو بولتے بہت تھے مگر اس میں جاندار بات کوئی نہیں تھی۔ بجز مرزا صاحب کے لیکچر کے جو ان سوالات کا علیحدہ علیحدہ اور مفصل و مکمل جواب تھا اور جس کو حاضرین جلسہ نے نہایت ہی توجہ اور دلچسپی سے سنا اور بڑا بیش قیمت اور عالی قدر خیال کیا۔

ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں اور نہ اُن سے ہم کو کوئی تعلق ہے لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم الفطرت اور صحیح کانشنس اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور تمام بڑے بڑے اصول و فروعاتِ اسلام کو دلائل عقلیہ سے اور براہین فلسفہ کے ساتھ مبرہن و مزین کیا پہلے عقلی دلائل سے الٰہیات کے مسئلہ کو ثابت کرنا اور اس کے بعد کلام الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجیب شان دکھلاتا تھا۔

مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قرآن کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآنی کی فلالوجی اور فلاسفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کا لیکچر بحیثیت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا جس میں بے شمار معارف وحقائق و حکم و اسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہلِ مذاہب ششدر ہو گئے تھے کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے جتنے مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت۔ تمام ہال اوپر نیچے سے بھر رہا تھا۔ اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت اور دیگر سپیکروں کے امتیاز کے لئے اس قدر کہنا کافی ہے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت خلقت اس طرح آ گری جیسے شہد پر مکھیاں۔ مگر دوسرے لیکچروں کے وقت بوجہ بے لطفی بہت سے لوگ بیٹھے بیٹھے اٹھ جاتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا لیکچر بالکل معمولی تھا۔ وہی ملّائی خیالات تھے جن کو ہم لوگ ہر روز سنتے تھے۔ اس میں کوئی عجیب وغریب بات نہ تھی اور مولوی صاحب موصوف کے دوسرے لیکچر کے وقت کئی شخص اُٹھ کر چلے گئے تھے۔ مولوی صاحب ممدوح کو اپنا لیکچر پورا کرنے کے لئے چند منٹ زائد کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔"

(اخبار چودھویں صدی راولپنڈی بمطابق یکم فروری ۱۸۹۷ء)

خواجہ کمال الدین صاحب کا اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ ہے:-

سعد اللہ لدھیانوی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شدید مخالفوں میں سے تھا۔ اس کی بد زبانیوں اور حد درجہ گستاخیوں کے بعد جب حضور نے اس کے متعلق پیشگوئی فرمائی کہ وہ ابتر اور لاولد مرے گا تو اس موقعہ پر بھی خواجہ صاحب نے اسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ خواجہ صاحب نے حضورؑ کی خدمت میں یہ عرض کیا تھا کہ حضور اس پیشگوئی کو شائع نہ فرمائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے خلاف کوئی کیس بن جاتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے تو نرمی سے سمجھایا کہ یہ کلام الٰہی ہے میں اس کی اشاعت سے کیسے رک سکتا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود جب خواجہ صاحب کا اصرار جاری رہا۔ تو حضورؑ نے ایک قسم کی ناراضگی اور ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا:-

"خواجہ صاحب! آپ کوئی فکر نہ کریں اگر مقدمہ ہمارے خلاف چل بھی گیا تو ہم آپ کو وکیل نہیں کریں گے"!

چنانچہ اس کے بعد خواجہ صاحب خاموش ہو گئے۔

مولوی سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق حضورؑ کی یہ پیشگوئی بھی اللہ تعالیٰ کے اقتداری نشانات میں سے ایک عظیم الشان نشان تھی۔ اور مولوی سعد اللہ لدھیانوی اشتہار پر اشتہار اور نظم پر نظم لکھ رہا تھا گویا حضرت [illegible]

سیرۃ رسولہ الکریم

مع القرآن العظیم

[گذشتہ دنوں محترم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بی اے ناظر بیت المال قادیان دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں عندالملاقات جناب مولانا محمد اجمل خان صاحب (سابق پرائیویٹ سیکرٹری مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم) نے یہ فرمایا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک سیرت صرف قرآن کریم کی روشنی میں تیار ہونی چاہئیے جس سے خلقہ القرآن کا پورا نقشہ سامنے آجائے۔ اسی ضمن میں مولانا موصوف نے یہ مضمون جو اخبار "دورِ جدید" دہلی میں شائع شدہ ہے محترم عاجز صاحب کو دیا تھا۔ اگر ہماری جماعت کے کوئی دوست اس میدان میں طبع آزمائی کرنا چاہیں تو یہ خاکہ عمدہ رہنمائی کریگا اور ثواب کا تو اندازہ ہی کیا ہے (ایڈیٹر)]

دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہے جہاں رسول عربی صلعم کا پیغام اسلام نہ پہنچا ہو۔ عرب مسلمانو کا دنیا پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری میں انہوں نے چینی قیدیوں سے کاغذسازی کا فن سیکھا اور اسے دنیا میں عام کر دیا۔ کاغذ کی وجہ سے علوم و فنون کے خزانے برہمنوں کے ہاتھ سے نکل کر عوام تک پہنچے اور دنیا میں ذہنی انقلاب آگیا۔ ابتک مذہبی کتابیں بھی ایک مخصوص مذہبی طبقہ کے پاس بطور راز کے رہتی تھیں۔ لیکن کاغذ کے عام ہونے کے بعد تورات۔ انجیل۔ وید۔ اوستا وغیرہ چمڑے کی جگہ کاغذ پر منتقل ہوگئیں یہ نئہ تنقید کا دروازہ کھلا اور لوگوں نے ریفارمیشن اور رینے سانس سے گذر کر ذہنی اور مادی انقلاب کا دروازہ کھولا۔

قرآن کا پہلا ہی سبق یہ تھا کہ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ۔ وہ علم کو کسی خاص شخص یا گروہ کی ملکیت نہیں بنانا چاہتا تھا۔ وہ علم و فن کے فیوض کو عام کرنا چاہتا تھا۔ اسی لئے عربوں سے زیادہ دنیا میں کسی نے کتابیں نہیں لکھیں نہ ان سے زیادہ کسی نے علم کو عام کیا۔ پھر قرآن نے یہ بتایا کہ جتنی اچھی تعلیمات ہیں وہ سب انسانیت کا ورثہ ہیں۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ اور مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ سے بھی مراد ہے کہ گروہ بندی نہ کی جائے خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا کَدَرَ پر عمل ہو۔ اس کا نتیجہ عمل صالح ہوا اور لوگ امن کی حالت میں ایک دوسرے کو حق کی وصیت کریں گے اور خوف کی حالت میں صبر یا مردی پر عمل پیرا ہوں گے۔

تیرہ سو سال سے علمائے اسلام قرآن کریم اور عمل نبوی یعنی سیرت رسول اللہ کا پیغام دنیا کو پہنچا رہے ہیں۔ اس پیغام کو سنکر سب سے پہلے اہل ایران نے اس کا فارسی ترجمہ کیا۔ اندلس میں ہسپانوی زبان کے علاوہ یونانی ولاطینی میں یہ پیغام پہنچا۔ پھر یورپ کی موجودہ زبانوں میں منتقل ہوا۔ آج سے تین چار سو برس پہلے عربی و فارسی کے ذریعہ قرآن وسنت کا چرچا ہندوستان میں ہوا۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴ھ تا ۱۱۷۶ھ) نے قرآن کا فارسی ترجمہ "فتح الرحمان" کیا اور مقدمہ فی ترجمۃ القرآن (الفوز الکبیر) لکھا۔ اس کا عربی ترجمہ کئی سال ہوئے شائع ہو گیا ہے۔ علم حدیث میں آپ نے موطا امام مالکؒ کی عربی شرح المسوی لکھی اور فقہ، تصوف و اسرار دین میں متعدد عربی فارسی کتابیں لکھیں ان کے دو بیٹوں نے قرآن کا ترجمہ ہندی یا اردو میں کیا۔ یہ شاہ عبدالقادر شاہ رفیع الدین تھے۔ ان کے بعد ان ہی کے نہج پر متعدد لوگوں نے بدلتی ہوئی اردو زبان میں لکھا۔

گذشتہ دس بیس سال کے اندر ہندوستان کی مختلف زبانوں میں قرآن کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ ان میں بنگلہ میں سب سے پہلے شاہ عبدالقادر کے ترجمہ کا ترجمہ ہوا۔ پھر سندھی۔ گجراتی۔ مراٹھی۔ تلگو۔ کنڑی۔ تامل۔ ملیالم وغیرہ میں ترجمے اور تفسیریں شائع ہو چکی ہیں۔ ہندوستان کے قریب برمی زبان میں تین چار سال سے ایک کمیٹی ترجمہ قرآن کر رہی ہے۔ جاوی میں بہت پہلے یہ ہو چکا ہے۔ سیلون کی سنگھالی زبان میں ہو رہا ہے۔ نائیجیریا مغربی افریقہ کی نیرو بازبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ سواحیلی زبان میں ذکھبار سے شائع ہونے والا ہے۔ غرضکہ قرآن و سیرت پر ملکی زبانوں میں بہت کچھ ہو چکا ہے اور ہو رہا ہے

صرف ایک چیز باقی تھی یعنی سیرت نبوی کے ساتھ ساتھ ترتیب تنزیل سے پورا قرآن اب تک شائع نہیں ہوا تھا۔ اس کام کو مختلف مورخین مغازی و سیر نے انجام نہیں دیا۔ ابن ہشام یا ابن سعد کہیں کہیں سورت کے بعض مضامین سے کچھ ذکر کر دیتا ہے۔ لیکن مکمل سیرت نبوی مکمل قرآن کے ساتھ سا تھ اب تک شائع نہیں ہوئی۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم وزیر معارف ہند کے پرائیویٹ سیکرٹری استاذ محمد اجمل خاں نے ۱۹۲۷ء میں ادھر توجہ کی جبکہ انہیں بحیثیت استاد عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی، تفسیر و سیرت دونوں کو پڑھانے کا موقعہ ملا۔ انہوں نے محسوس کیا اور بعض اساتذہ عربی نے بھی اس کی اہمیت پر زور دیا کہ ایک ایسی جامع سیرت مرتب کی جائے۔ جس میں پورا قرآن تاریخی ترتیب سے درج کر دیا جائے۔ اور جہاں جہاں ضرورت ہو بعض تفسیری اشارے بھی کر دیئے جائیں۔

اس عظیم الشان کام کے لئے بڑے ادارہ کی ضرورت تھی لیکن انہوں نے تن تنہا یہ کام شروع کر دیا۔ اور رابندرا ناتھ ٹیگور کی یونیورسٹی بمقام شانتی نکیتن میں تین سال رہ کر "ترتیب نزول قرآن" پر ایک رسالہ لکھا اس یونیورسٹی میں دولت مصریہ اور حکومت حیدرآباد کی اعانت سے ایک اعلیٰ درجہ کا کتب خانہ اسلامیات کے لئے وقف ہے۔ اور محققین کے لئے ہر طرح کی سہولتیں ہیں۔ استاد موصوف نے وہاں یہ پروگرام بنایا کہ اسلام قرآن اور سیرت نبوی کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے تین بنیادی کتابوں کی ضرورت ہے (۱) پیس منظر اسلام جس میں ابتداء تمدن تاریخ سے رسول عربی کے زمانے تک کی ثقافتی تاریخ ہو جس میں خصوصیت سے عرب اور پھر مکہ کے حالات پر خاص توجہ ہو۔ اس سلسلہ میں انہیں آلوسی البغدادی کی کتاب "بلوغ الادب فی معرفۃ احوال العرب" سے کافی مدد ملی۔ اس کتاب کا انگریزی مسودہ مؤلف کے پاس محفوظ ہے اس کا اردو ترجمہ ۱۹..ء میں شائع ہو چکا ہے (۲) ترتیب نزول قرآن کریم۔ سیرت نبوی کے حالات کے ساتھ ساتھ تاریخی ترتیب سے قرآن کو بیان کر دیئے گئے قرآن کو انہوں نے تاریخی ترتیب دیا ہے۔ اس سلسلہ میں عربی مصنفین نے جو کام کیا ہے وہ نہایت وقیع ہے مثلاً جلال الدین السیوطی نے الاتقان فی علوم القرآن میں قرآن کی سورتوں کی تاریخی ترتیبیں دی ہیں۔ ان میں حسینؓ۔ عکرمہؓ۔ ابن عباسؓ۔ ابن مسعودؓ۔ ابی بن کعبؓ کی ترتیبہائے سور لیکن اس میں قرآن کریم کی سورتوں میں جو آیات مختلف زمانوں میں نازل ہوئیں اُن کی ترتیب نہیں ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ کو مدینہ میں لکھا ہے۔ اس کے اکثر حصے دس سال کی مدنی تاریخ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تحویل قبلہ ۲ھ کا واقعہ ہے اس کے بعد دوسری سورتیں نازل ہوتی رہیں۔ حتیٰ کہ ۹ھ میں حج فرض ہوا۔ سورۃ البقرہ میں قبلہ کا بھی ذکر ہے اور حج کا بھی ذکر ہے ظاہر ہے کہ اگرچہ یہ آیات مدنیہ ہیں لیکن تاریخی ترتیب سے پوری سورہ ایک ہی زمانے کی نہیں بلکہ درمیان میں نساء آل عمران وغیرہ نازل ہوتی رہیں۔ انہوں نے ہلواحدی۔ ابن عباسؓ اور دوسرے مفسروں کی اسباب النزول اور مغازی و سیر کے شواہد سے مدد لی۔ پھر موجودہ عہد کے یوروپین مصنفوں کی تحقیقوں کو دیکھا۔ ان میں میور۔ نولدیکے، مرش فیلڈ، وائل گرم، بلاشیر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ پھر انہوں نے قرآن کی ہر سورت کو مختلف عنوانات کے ماتحت تقسیم کیا۔ اور آخر کار عہد حاضر کے سب سے بڑے عالم تفسیر یعنی مولانا عبید اللہ بن اسلام سندھی کے پیش لفظ سے اس کتاب کو ۱۹..ء میں شائع کر دیا (۳) سیرت رسول عربی مع القرآن الحکیم۔ اس سلسلہ میں آخری اور اصلی کتاب سیرت نبوی تھی جس میں پورا قرآن مع سیرت کے درج کر دیا گیا۔ یہ سیرت کبیر ہے اور ابھی تک شائع نہیں ہو سکی اس کے دو خلاصے اردو زبان میں شائع ہو چکے ہیں ایک صغیر دوسرا وسیط۔ لوگوں کا اصرار ہے کہ سیرت کبیر بھی جلد شائع کی جائے۔ اس میں پہلے مختصر پس منظر اسلام دیا جائے۔ اس کے بعد سنہ عام الفیل تک کے رسول اللہ کے حالات زندگی دیئے جائیں۔ اور پھر بعثت کے بعد کی سیرت مکیہ کو پانچ حصوں میں مع قرآن کے درج کیا جائے۔ پھر سیرت مدنیہ مع مدنی قرآن کے پانچ حصوں میں لکھی جائے۔

سیرت مع القرآن جو استاد موصوف نے مرتب کی ہے اس سیرت کے ساتھ ساتھ دس ادوار حیات نبوی قائم کئے ہیں اور ان میں جو قرآن درج کیا گیا ہے۔ اس کی ترتیب یہ ہے

قرآن مکیہ

پہلا دور۔ عہد الالام۔ دعوت سراً۔ ۱۷ رمضان سنہ تا ذی الحجہ سنہ ۳ بنوی العلق (پہلی پانچ آیتیں) والضحیٰ۔ الانشراح۔ الفلق۔ الفیل۔ القدر۔

دوسرا دور۔ عہد المنذر والمزکی۔ دعوت جہراً۔ محرم سنہ ۴ تا رجب سنہ ۵ نبوی۔
(پہلی دعوت) القریش۔ واللیل۔ والعادیات۔ الزلزال۔
(دوسری دعوت) والعصر۔ التکاثر۔ القارعہ۔ الناس۔ والشمس۔ الہمزہ۔ المعارج عبس۔ البلد۔ والفجر۔ الاعلیٰ۔ الکوثر۔ الماعون۔ اللہب۔ الطارق۔ المزمل والتین۔ انشقاق۔ انفطار۔ والمرسلات۔ القیامتہ۔ الواقعہ۔
(ب) کفار قریش کا وفد ابوطالب کے پاس آتا ہے۔

نوح و النازعات البروج ۔ المدثر ۔ التطفیف ۔ ن والقلم ۔ التکویر ۔ الذاریات ۔ الحاقۃ ۔ القمر ۔

تیسرا دور ۔ محمد المبشر و الہادی ۔ رجب سنہ ۵ نبوی تا محرم سنہ ۶ نبوی (دورۃ الرحمان) دعوت نصاریٰ ۔ الغاشیہ ۔ النباء ۔ الدھر ۔ الرحمان ۔ ق ۔

(ہجرت حبشہ اولیٰ رجب سنہ ۵ نبوی) النجم ۔ الملک ۔ حم الاحقاف حم الدخان ۔ الاعلیٰ ۔ والصافات ۔ الم السجدہ ۔ کہیعص ۔ مریم ۔

(حالات ہجرت حبشہ ثانیہ محرم سنہ ۶ نبوی) الطور ۔ ص ۔ الحجر ۔ الکہف ۔ طٰہٰ ۔ حکیم المومنون ۔ الانبیاء ۔ یاسین ۔ طٰسم ۔ الشعراء ۔

(وفد قریش الی رسول اللہ بعد اسلام حمزہ) الرعد ۔ الفرقان ۔ حم عسق ۔ الشوریٰ ۔ السبا ۔ حم ۔ المومن ۔ الزمر ۔ الکافرون ۔ شعب ابی طالب ۔

چوتھا دور ۔ محمد المرسل ۔ محرم سنہ ۷ تا ذی الحجہ سنہ ۹ ۔ البقرۃ رکوع ۱۵ ۔ ۱۳ ۔ الم ۔ لقمان ابراہیم ۔ الر یوسف ۔ طسم القصص ۔

پانچواں دور ۔ محمد رسول اللہ الی العالمین بعد رہائی شعب ابی طالب ۔ تبلیغ فی القبائل حول المکہ ۔ محرم سنہ ۱۰ تا صفر سنہ ۱۳ نبوی ۔ الم ۔ الروم ۔ المص ۔ الاعراف (سوائے رکوع ۲۰ کے جو فصل نہم میں ہے) المص ۔ الاعراف ۔ الم العنکبوت ۔ الفاطر ۔

شوال سنہ ۱۰ نبوی :۔ حم السجدہ (فصلت) الجن ۔ الحمد (نصف اول) حم الجاثیہ ۔

۲۲ ذیقعدہ سنہ ۱۰ نبوی :۔ حم الزخرف ۔ طس النمل ۔ بنی اسرائیل ۔ ھود ۔ الر یونس النحل ۔ الانعام ۔

ترتیب قرآن کریم بعد ہجرت مدینہ مع سیرت :۔ ہجرت کے بعد جو قرآن اترا اس میں بھی کچھ حصہ مکی ہے ۔ کچھ حصہ سفری ہے ۔ اس کی ترتیب میں غزوات سے بہت کچھ مدد ملتی ہے ۔ اس مدنی دور کے بھی پانچ حصے کئے گئے ہیں جو حسب ذیل ہیں ۔

چھٹا دور ۔ امیر العالمین ۔ ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱ تا رجب سنہ ۲ ہجری ۔ اس دور میں آپ مدینہ کی جملہ اقوام (عالمین) خواہ وہ یہود تھے یا مسلمان امیر منتخب ہوئے ۔ البقرہ (۳۰ ۔ ۷۲) البقرہ (۲۴۳ ۔ ۲۵۳) الجمعہ (۹ ۔ ۱۱) البقرہ (۲۵۴ ۔ ۲۷۳) النساء (۹۷ ۔ ۱۰۰) المائدہ (۲۲ ۔ ۳۵)

دور ہفتم ۔ سید المجاہدین ۔ رجب سنہ ۲ تا شوال سنہ ۳ھ اس دور سے دفاعی جہاد بالسیف شروع ہوا اور آپ بحیثیت ایک کمانڈر انچیف کے یہ کام کرنے لگے ۔

البقرہ (۲۱۶ ۔ ۲۱۸) (۱۴۲ ۔ ۱۵۱) البقرہ (۱۷۷ ۔ ۱۸۲) (۱۶۸ ۔ ۱۷۶) (۷۲ ۔ الم ۱) الجمعہ (۱ ۔ ۸) البقرہ (۱۸۳ ۔ ۱۸۸)

یوم الفرقان ۱۷ رمضان سنہ ۲ھ کے بعد

الانفال (۳۸ ۔ ۴۴) (۱۱ ۔ ۱۹) (۱ ۔ ۱۰) آل عمران ....

(۱۳) الانفال (۷۰ ۔ ۷۵) (۴۵ ۔ ۶۹) (۵۹ ۔ ۶۴) (۴۹ ۔ ۵۸) النساء (۱ ۔ ۴۲) (آیت نکاح بیامٰی) (۶۳ ۔ ۶۲)

غزوہ بنو قینقاع کے بعد :۔ آل عمران (۸۱ ۔ ۲۰۰) النساء (۴۳ ۔ ۵۰) (۷۱ ۔ ۷۶)

عام الامتحان سنہ ۳ھ میں غزوات کے مراحل پر توجہ کے بعد :۔ النساء (۸۸ ۔ ۹۱) (۱۴۲ ۔ ۱۵۲) (۱۰۵ ۔ ۱۳۴) محمد (۱ ۔ ۳۸) الصف (۱ ۔ ۱۴) المائدہ (۳۸ ۔ ۸۰) الانفال (۲۰ ۔ ۳۷) الانفال (۴۵ ۔ ۴۸) الانفال (۲۲ ۔ ۲۴)

دور ہشتم ۔ خاتم النبیین (شوال سنہ ۳ تا ذیقعدہ سنہ ۵ ہجری)

آل عمران (۱۲۱ ۔ ۲۰۰) النساء (۱۶۲ ۔ ۱۷۶)

عام الزلزلہ سنہ ۴ھ :۔ النساء (۴۳ ۔ ۵۰ ۔ ۷۰) المنافقون النور (۱ ۔ ۴۴) المجادلہ (۱ ۔ ۲۲)

حملہ احزاب ذیقعدہ سنہ ۵ھ بقرہ (۲۱ ۔ ۱۱۰) الاحزاب (۹ ۔ ۲۷) النساء (۷۷ ۔ ۸۷)

عام السوال سنہ ۶ھ بمطابق ۶۲۷ء :۔ الاحزاب (۱ ۔ ۸) (۳۵ ۔ ۴۰) البقرہ (۲۲۲ ۔ ۲۳۱) الاحزاب رکوع ۴ (۲۸ ۔ ۳۴) الاحزاب (۲۳۲ ۔ ۲۴۳)

استیصال بنو قریظہ کے بعد :۔ آل عمران (۷۲ ۔ ۹۰) البقرہ (۲۳۲ ۔ ۲۴۳) المائدہ (۳۶ ۔ ۳۷)

دور نہم ۔ محسن المفتومین :۔ ذیقعدہ سنہ ۶ھ تا ذی الحجہ سنہ ۸ ہجری ۔ بیعت رضوان کے بعد الفتح (۱ ۔ ۲۹) الاعراف (۱۵۷ ۔ ۶۲) البقرہ (۱۸۹ ۔ ۱۹۶) الاحزاب (۴۱ ۔ ۳۷) النساء (۹۰)

قرآن بعد فتح مکہ :۔ یوسف (لا تثریب علیکم الیوم) بنی اسرائیل (جاء الحق وزھق الباطل) الممتحنہ (۱۲) البقرہ (۱۴۳ ۔ ۱۶۷) (۱ ۔ ۲۹) النصر ۔ الحدید ۔ التغابن ۔ البقرہ (۱۹۷ ۔ ۲۱۰) (۱۵۳ ۔ ۱۶۳) الحج (۱ ۔ ۷۸) النساء (۱۳۵ ۔ ۱۴۱) (۱۲۳ ۔ ۱۲۷) المائدہ (۳۶ ۔ ۳۷)

فصل دہم ۔ رحمۃ للعالمین :۔ محرم سنہ ۹ تا ربیع الاول سنہ ۱۱ھ ۔ آل عمران (۱ ۔ ۱۲۱)

البقرہ (۱۱۱ ۔ ۱۲۱) توبہ (۶۰ ۔ ۶۶) الحجرات ۔ التحریم ۔ توبہ (۳۸ ۔ ۵۹) الطلاق ۔ توبہ (۶۷ ۔ ۱۲۹) توبہ (۱ ۔ ۲۴)

غزوہ حنین کے بعد کا قرآن :۔ توبہ (۲۵ ۔ ۳۷)

عام البلاغ یا عام الوداع سنہ ۱۰ھ البقرہ (۲۷۴ ۔ ۲۸۱) المائدہ (۱ ۔ ۲۱) المائدہ نصف اول رکوع (۸۷ ۔ ۱۳۰)

حجۃ الوداع کے بعد :۔ توبہ رکوع ۵ (آیات نسی) البقرہ (۲۸۴ ۔ ۲۸۶)

غرضیکہ آنحضرت کی سیرت کے ساتھ ساتھ مندرجہ بالا ترتیب سے پورا قرآن کریم درج کر دیا گیا ہے اور جہاں جہاں عمل نبوی یعنی سیرت طیبہ کی تشریح کی ضرورت ہے وہ دے دی گئی ہے ۔ پھر بھی یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ مشکل مقامات قرآنی کی تفسیر بھی خود قرآن سے کی گئی ہے ۔ لغت عرب و غیر عرب کے ساتھ ساتھ کتب الٰہیہ و آثار رسل ۔ تاریخ عالم اور علم النفس کے مسلمات کو پیش نظر رکھا گیا ہے ۔ غرض کہ مکمل حیات نبوی کے دو حصے ہیں ۔ پہلا حصہ پس منظر اسلام ہے ۔ جس میں بعثت سے پہلے کے تاریخی حالات عالم و عرب و مکہ ہیں ۔ ان میں مختلف ادیان و حکیم عالم کا مختصر حال بھی ہے ۔ اسی حصے میں آنحضرت کی وہ زندگی بھی داخل ہے جو آپ نے بحیثیت الامین کے مکہ میں بسر کی ۔ دوسرا حصہ مبعوث ہونے کے بعد کا ہے جبکہ آپ پر مکہ اور مدینہ میں قرآن نازل ہوتا رہا اور آپ بحیثیت نبی کے کام کرتے ہیں ۔

اس کا مختصر نمونہ یہ ہے

محمد الامام

تاریخ ۔ کئی سال سے شام و عراق و مصر کی تجارت بند ہو چکی تھی ۔ (آنحضرت تاجر تھے وغیرہ وغیرہ) آپ رمضان کے مہینہ میں غار حرا پر ایک ماہ تحنث فرماتے تھے ۔

وحی اوّل ۔ ۱۷ رمضان سنہ ۴۱ محمدی یا دسمبر سنہ ۶۱۰ء کو رسول عربی کے قلب پر مندرجہ ذیل پانچ آیتیں من عند اللہ نازل ہوئیں ۔

(۱) اقرأ باسم ربک الذی خلق	(۱) اپنے اس (حقیقی) آقا کے نام سے بول (یا بتا ۔ شروع کر) (۲) جس نے انسان کو علق سے پیدا کیا (لہٰذا اسے جن کی طرح نفرت و تکبر نہ کرنا چاہیئے ۔
(۲) خلق الانسان من علق	
(۳) اقرأ و ربک الاکرم	(۳) (اس رب کے نام سے) بول جو سب آقاؤں سے زیادہ کریم ہے (۴) اس قلم کے ذریعہ علم حاصل کرنا سکھایا (۵) اور انسان کو وہ (پوشیدہ) باتیں بتائیں جو وہ نہیں جانتا ۔
(۴) الذی علم بالقلم	
(۵) علم الانسان مالم یعلم	

بعض تفسیری اشارے :۔ قرأ :۔ انگریزی CRY ۔ بول ۔ دوسری جگہ قرآن میں اتل ۔ قل وغیرہ آیا ہے (نہ کہ پڑھ) ۔ سب ۔ السید ۔ عند عبد ۔ انسان :۔ آدم علم الانسان مالم یعلم ۔ علم آدم الاسماء ۔ علق قطرۂ ناچیز جو مٹی (طین) سے بنا ہے نفرت کی آگ سے خالی ، محبت و عاجزی و انکسار کی مٹی و فروتنی سے ملوث ۔ بالقلم وہ علم جو پوشیدہ نہ رکھا جائے مثل سحر کے بلکہ لکھ کر عام کر دیا جائے ۔

ان پانچ آیتوں میں فلسفہ عالم کے دو بنیادی مسئلوں سے بحث کی گئی ہے ۔

(۱) نظریہ وجود ۔ اس عالم کا ایک خالق ہے ۔ یہ عالم خود بخود پیدا نہیں ہوا بلکہ مخلوق ہے ۔

(۲) نظریہ علم ۔ علم خدا ہی بذریعہ قلم (تجربہ انسانی کو محفوظ اور عام کرنے کے لئے) دیتا ہے ۔ کسی شیطان جن یا کاہن کو یہ طاقت نہیں کہ وہ غیب کے علم حاصل کر سکے یا دوسروں کو دے سکے (علم روح کو حاصل ہوتا ہے نہ کہ جسم کو)

یعنی قرآن روحانیت پر وجود و علم کی بنیاد رکھتا ہے (ہم جبریل کو روحانیت اور شیطان کو مادیت کا ایلچی قرار دیتے ہیں)

اس کے بعد سیرت کے وہ حالات ہوں گے جو دعوت سر آگے زمانے کے ہیں ۔ وہلم جرا الی آخرہ ۔

درخواستہائے دعا ۔ ۱ ۔ مجھے قبول احمدیت کی وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے میری دکان اور کاروبار سے مجھے علیحدہ کر دیا گیا ہے ۔ سخت پریشان ہوں ۔ میری مشکلات کے ازالہ کیلئے احباب جماعت دعا فرمائیں (خاکسار قریشی عارف علی ناضل قادیانی لکھنؤ) ۲ ۔ خاکسار کو بعض محکمانہ اور مالی پریشانیاں درپیش ہیں ان کے ازالہ کے لئے دعا کی درخواست ہے (خاکسار محمد صدیق فانی پونچھ) ۳ ۔ مولوی سید صمصام الدین احمد صاحب مبلغ ایک حادثہ میں زخمی ہو کر رانچی میں زیر علاج ہیں ۔ دعائے صحت فرمائی جاوے ۔ (سید حسام الدین احمد امیر جماعت احمدیہ سونگڑہ اڑیسہ)

حقیقت اور افسانہ

قادیان اور ربوہ میں جماعت احمدیہ کے اسلحہ خانے؟

از مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی معاون ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

تلاش اسلحہ

"دیکھو نوجوان! کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ جماعت کا اسلحہ خانہ کس جگہ ہے؟ مجھے وہاں ایک ضروری کام ہے"۔

یہ تھے وہ الفاظ جو کچھ عرصہ قبل ربوہ میں ایک نووارد نے ایک سادہ سے احمدی نوجوان سے نہایت رازدارانہ لہجہ میں اور سرگوشی کے انداز میں کہے ـــ!

نوجوان کے لئے یہ ایک عجیب سوال تھا۔ وہ اس کی مختصر سی زندگی میں آج سے پہلے کبھی کسی نے اس سے یہ سوال نہ کیا تھا۔ وہ چونکہ تھوڑا بہت پڑھا لکھا بھی تھا۔ اور اس نے اخبارات میں اتنا تو پڑھ رکھا تھا کہ اسلحہ کسے کہتے ہیں۔ اس نے ایک لمحہ کے لئے اپنے دماغ سے زور دیکر اسلحہ کے معنی اپنے ذہن میں مستحضر کرنے لئے مگر اس سوال کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے ایک اور لمحہ صرف کرنا پڑا۔ اور وہ سمجھ گیا

"جی ہاں تشریف لائیے میرے ساتھ"۔

یہ کہہ کر وہ نوجوان اس نووارد کے آگے آگے چل پڑا۔ نووارد جو نہایت بیش قیمت لباس میں ملبوس تھا۔ دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ آخر شکار ہاتھ آ ہی گیا۔ وہ ایک فاتحانہ اور متفخرانہ انداز میں اپنے آگے آگے چلنے والے پھٹے پرانے میلے کچیلے کپڑے پہنے سادہ لوح نوجوان کے پیچھے جا رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آج جب میں جماعت احمدیہ کے اسلحہ خانے کی اطلاع حکومت کو دوں گا تو مجھے انعام واکرام سے مالامال اور سرفراز کر دیا جائے گا۔ کیوں نہ ہو یہ ایک ایسا کارنامہ میں سرانجام دینے والا ہوں کہ کیمیٹو بلاری کے ذریعہ سقوط ہمالہ سے بھی بڑا ہے۔ جس کو سر کرنے کے لئے بڑے بڑے تجربہ کار فوجیوں اور سراغرسانوں نے متواتر ستر سال سر پٹکا مگر ناکام رہے۔ وہ اپنے تمام پلیشرڈوں کو تصور میں لاکر حقارت سے دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا آج میری قسمت نے یاوری کی ہے۔ اتنی بڑی منظم اور بین الاقوامی جماعت کے سربستہ راز کو پا لینا بھلا کوئی معمولی کام ہے۔ اس کا تخیل اسے اعزاز واکرام کی انتہائی بلندیوں پر لئے جا رہا تھا۔ اس نے اپنے سینے پر کچھ تمغے سنہری اور روپہلی تمغے چمکتے ہوئے

دیکھے ـــ اس نے تصور سے ہٹ کر اس میلے کچیلے سادہ لوح نوجوان کو دیکھا جو بڑے یقین اور اعتماد کے ساتھ اس کے آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ اس کی سادہ لوحی پر زیرلب مسکرایا۔ "احمق کہیں کا"۔ اس نے دل میں کہا یہ احمق بغیر کوئی طمع اور لالچ دلائے مجھے ہمالیہ کی ناقابل تسخیر چوٹی پر لئے جا رہا ہے۔ حالانکہ نیپالی تن سنگھ نے ایک بہت بڑی قیمت وصول کی تھی۔ اور آج ایک پہاڑی سردار کی بجائے شاہانہ ٹھاٹھ سے زندگی بسر کر رہا ہے ـــ! اور یہ احمق....!

"جناب یہ ہے سامنے جماعت احمدیہ کا اسلحہ خانہ"!

سادہ لوح نوجوان مسجد مبارک کے دروازے پر کھڑا اندر کی "اسلحہ خانہ" کی طرف رہنمائی کر رہا تھا۔ مسجد کے اندر "اسلحہ سازوں" کا ہجوم تھا اور وہ صف در صف قبلہ رو بیٹھے ایک بڑے "انجنیئر" سے "اسلحہ سازی" کا سبق لے رہے تھے ـــ!!

"ارے یہ تو مسجد ہے! تو مجھے کہاں لے آیا؟" نووارد نے پہلے کسی قدر چیں بجبیں ہو کر اور پھر معاً نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے غلط سمجھا ہے برخوردار! میں نے تو تم سے یہ پوچھا تھا کہ جماعت احمدیہ کا وہ کارخانہ کہاں ہے جہاں پستول اور بندوقیں وغیرہ بنتی ہیں؟"

"جناب! ہم تو یہیں پستول اور بندوقیں بناتے ہیں۔ اسی مسجد میں ہے ـــ! یا بجوں دقت ـــ!! ـــ آیئے آپ بھی سیکھ لیجئے ـــ!!"

یہ کہہ کر سادہ لوح نوجوان مسجد کے اندر چلا گیا اور نووارد اپنے تمام تصور کے تخلیق کئے ہوئے تمام سنہری اور روپہلی تمغوں کے ٹکڑے ہوئے ٹکڑے سمیٹنے لگا۔ جنہیں اپنے چوڑے چکلے سینہ پر سجانے کے لئے وہ کتنے سالوں سے خواب دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر یاسیت کی مردنی چھا گئی اور وہ بوجھل قدموں کے ساتھ اس گشت وہ سڑک کی طرف چل پڑا جو ربوہ کے درجنوں "اسلحہ خانوں" تک جاتی ہے ـــ!

مقام حیرت ہے کہ ہماری جماعت متواتر ستر سال سے ہدف شبہات تجسس بنی ہوئی ہے کسی جماعت کی ستر سالہ زندگی گو قومی زندگی کی ایک نہایت چھوٹی سی کڑی ہوتی ہے مگر جب ستر سال کے طویل عرصہ کو اس جماعت کے لائحہ عمل اور نصب العین اور کردار کی روشنی میں دیکھا جاتے تو یہ ایک بڑی مدت ہے۔ اور عقلا کے نزدیک ستر سالہ مدت کو افراد و اشرار کے لئے ایک بہت بڑی محک قرار دینے میں یقیناً کوئی تامل نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر جائے تعجب ہے کہ اس بیچاری جماعت کو جو صرف اور صرف روحانیت کی بنیادوں پر قائم ہے اور جسے مادیت کے ساتھ اور اس کے لوازمات کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں سوائے اس کے کہ اس کے افراد اپنے لئے قوت لایموت پیدا کرتے اور تبلیغی نظام کے لئے چندے دیتے ہیں۔ اور جس کے بانی نے واضح طور پر فرما دیا تھا کہ

ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا لگاؤ

مگر اس کے باوجود ہم جہاں کہیں بھی ہیں (اور الحمد للہ کہ ہم ساری دنیا میں ہیں) کچھ تیکھی ہوئی نگاہیں ہمارا تعاقب کرتی ہیں۔ کچھ متجسس نگاہیں چوری چھپے ہمارا جائزہ لیتی ہیں۔ انواع و اقسام کے رنگ بدل کر کچھ لوگ ہمارے اندر وہ کچھ پا لینے کی کوشش میں متواتر لگے رہتے ہیں جو ہمارے اندر نہیں ہے۔ ان کا تصور انہیں ہر وقت بہکاتا رہتا ہے کہ یہ احمدی لوگ ضرور اسلحہ سازی کرتے ہیں۔ اور پھر ان کا تصور ان کے ذہنوں کی سطحوں پر کچھ ہیولے بھی پیدا کر دیتا ہے اور وہ اپنے تصورات کی ان ہیولاتا شیوں کو حقیقت کے جامے پہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ناکام رہتے ہیں پھر کوشش کرتے ہیں۔ وہ پھر ناکام رہتے ہیں۔ اور پھر کوشش کرتے ہیں۔ آئندہ بھی شاید ہمیشہ کوشش کرتے رہیں گے اور ہمیشہ ناکام رہیں گے کیونکہ اس نووارد کی طرح جو ربوہ کی مسجد مبارک کے دروازے پر اسلحہ خانہ کی تلاش میں پہنچ کر مایوس لوٹ گیا تھا آج تک کسی کو کچھ نہیں مل سکا۔ اور قیامت تک نہیں مل سکے گا۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے یہ کام حکومتوں کا ہے۔ اور وہی جانتی ہیں کہ انہیں کیا کرنا چاہیئے۔

رموز مملکت خسرواں دانند

لیکن ہم یہ حق تو یقیناً رکھتے ہیں کہ حقیقت حال کو واضح کر دیں۔ آگے اسے تسلیم کرنا یا نہ کرنا حکومتوں کا کام ہے۔

دو ناقابل تردید حقیقتیں

ہم اللہ تعالیٰ کی قضاء و قدر پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔ اور ہم اس پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ جو لوگ کسی تقدیر کے وقوع کے وقت اس کے ظاہری بد اثرات پر نظر رکھتے ہیں وہ دراصل قضاء و قدر کی حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے رموز کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بڑی بڑی نہروں میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر جھالیں (FALLS) بنائی جاتی ہیں۔ جہاں بہتا ہوا پانی کچھ بلندی سے نیچے گرتا ہے۔ پھر کچھ رکتا ہے اور اس کے اندر سخت ہیجانی اور طوفانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس پانی کے بہاؤ پر بڑی آفت ہوئی ہے۔ مگر تھوڑی ہی دور جا کر وہ پانی جس کی چال میں جھال سے پرے دھیما پن پیدا ہو گیا تھا اپنی رفتار کو تیز کر لیتا ہے۔ اور ہر جھال (FALL) کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ وہ پانی کی رفتار کو تیز کرے۔

یہی حال روحانی جماعتوں کا ہوتا ہے۔ ان کی زندگیوں میں بھی بعض جھالیں معمار حقیقی نے تعمیر کر رکھی ہیں۔ انہی کو ہم ابتلاؤں کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ گو ابتلا وقتی جماعتوں کے لئے بہت سخت ہوتا ہے اور جماعتوں کے عناصر ترکیبی کو وقتی طور پر سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مگر جب جھال کی حدود ختم ہو جاتی ہیں تو جماعت کی رفتار میں ایک تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ رواں دواں اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگتی ہے۔

پہلی حقیقت

یہی وہ قانون قدرت ہے جس نے اپنی مخفی در مخفی حکمتوں کے ماتحت قادیان کو "داغ ہجرت" لگایا۔ وہ قادیان جو مرجع خلائق تھا۔ وہ قادیان جو جماعت کی آنکھ کا تارا تھا۔ وہ قادیان جس میں رہائش کی سعادت حاصل کرنے کے لئے مشرقین اور مغربین سے لوگ آ آ کر آباد ہوئے تھے ـــ وہ قادیان جو درسگاہوں اور علوم و فنون کی بستی تھی۔

اور وہ قادیان جسے ایک عظیم الشان رہبر اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے ضامن نبی کی پیدائش کی وجہ سے ابدی تقدس حاصل ہو چکا تھا۔ اس میں بلند پایہ قوم صانع ازل کی ایک مصنوعہ "جھال" سے ٹکرا گئی۔

۱۹۴۷ء کا پرآشوب زمانہ جب انسانیت عنقا ہو گئی تھی۔ اپنے تمام تر مکروہ اور ناقابل بیان اثرات کے ساتھ قادیان پر بھی گذرا۔ اور ایک نہ مٹنے والا داغ لگا کر آگے بڑھ گیا۔ اس عظیم حادثہ کے بہت سے تلخ پہلو بھی ہیں۔ اور اس کے لاانتہا نتائج بھی ہیں مگر مجھے یہ عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ قادیان کی آبادی کا اکثر حصہ ہماری راست ہجرت کر کے چلا گیا۔ یہ پررونق بستی اجڑ گئی۔ محلے خالی ہو گئے۔ اور مکین پریشانی پر مجبور ہو گئے کہ وہ اپنے مکانوں کو الوداع کہنے کی فرصت بھی نہ پا سکے۔

پندرہ ہزار کی آبادی والا قادیان قصبہ قریباً خالی پڑا تھا۔ اس کے تین چار ہزار مکانات حسرت بھری نظر دو ... کی سے الٹھا جانے والوں کو دیکھ رہے تھے ... یہ سماں اتنا ہی مرگ سا وقت تھا۔ اور سائیں سائیں کی آوازیں

آتی تھیں۔ جانے والے اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جا سکے تھے۔ ہر قسم کے سامان جوں کے توں مکانوں کے اندر پڑے رہ گئے تھے جنہیں کچھ تو مضافات کے درندہ صفت دیہاتیوں نے لوٹا اور جو کچھ باقی بچا۔ وہ مغربی پاکستان سے آنے والے مظلوموں کے قبضہ میں آیا۔

یہ قیاس کرنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ پندرہ ہزار کی یہ آبادی جس کی ماڈل طرز کی تعمیر میں دستکاریں بھی تھیں اور کشادگیاں بھی اس کا پھیلاؤ کس قدر ہوگا۔ اور یہ اندازہ لگانا بھی مشکل نہیں کہ اس میں دور دراز کے علاقوں سے آکر بسنے والے خوشحال لوگوں نے کتنے بڑے بڑے اور اعلیٰ پایہ کے مکانات تعمیر کئے تھے۔ اس میں کالج بھی تھے اور سکول بھی۔ اس میں فیکٹریاں بھی تھیں اور تجارتی ادارے بھی۔ اور یہ ایک بدیہی امر ہے کہ یہاں معیشت کے ہر قسم کے سامان بافراط تھے۔ مختصراً یہ بستی تھی ڈاکٹروں کی۔ وکلاء کی۔ تاجروں کی۔ کارخانہ داروں کی۔ علماء کی اور حکماء کی۔ جماعت احمدیہ کا یہ مرکز تھا۔ اور ساٹھ سال سے مرکز تھا۔ اب چاہیئے تو یہ تھا کہ جب ۱۹۴۷ء میں سارا قادیان احمدیوں سے خالی ہو گیا تھا یہاں سے بہت بڑا ذخیرہ اسلحہ کا حکومت کے ہاتھ لگتا۔ اگر حکومت کے ہاتھ نہیں لگا تو مضافاتی دیہاتی لٹیروں کے تو ضرور ہاتھ لگنا چاہیئے تھا اگر ان کے بھی ہاتھ نہیں لگا تو مظلوم شرنارتھی جو اس زمانہ میں آکر یہاں آباد ہوئے تھے ان کے ہاتھ لگتا۔ کوئی مشین گنیں ہوتیں۔ کچھ مارٹر گنیں ہوتیں۔ ۳۰۳ کی رائفلیں ہوتیں۔ ڈھیروں کے ڈھیر خود ساختہ پستول ہوتے۔ آخر پندرہ ہزار افراد کی بستی جسے لٹیروں نے خالی کروایا تھا۔ اور وہ لوگ سمٹ افراتفری کے عالم میں خالی ہاتھ یہاں سے نکلے تھے۔ ان کے مکانوں میں کسی قسم کا اسلحہ تو نکلنا چاہیئے تھا۔ کسی ایک پولیس مین۔ کسی ایک ظالم ڈاکو یا کسی ایک مظلوم شرنارتھی کے ہاتھ تو کچھ اسلحہ ضرور لگنا چاہیئے تھا۔

ہم یہ حق رکھتے ہیں کہ عمائدین حکومت سے یہ سوال کریں کہ کیا کسی فیکٹری میں۔ کسی کوٹھی میں کسی بلڈنگ میں اور کسی مکان میں کسی بھی ذخیرہ کا اسلحہ آپ کے ہاتھ آیا۔ آخر جانے والے تو سب کچھ یہیں چھوڑ گئے تھے۔ کیا کسی مقامی یا مضافاتی لٹیرے نے کوئی نشاندہی حکومت کے سامنے ہمارے اسلحہ کے بارہ میں کی۔ کیا کسی شرنارتھی نے اتنی بڑی آبادی کے کسی مکان سے کوئی اسلحہ پایا؟

قادیان سے آبادی کا انخلاء یقیناً جماعت کے لئے ایک بہت بڑا ابتلاء تھا۔ ایک رستا ہوا زخم تھا۔ ایک ناقابل اندمال زخم تھا۔ مگر کیا یہ اتنی بڑی امر کا واضح ثبوت نہیں تھا کہ جماعت احمدیہ کو اس قسم کے اسلحہ سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ جس کی تلاش میں سالہا سال سے خفیہ پولیس ماری ماری پھرتی رہی تھی!

اسلحہ ضرور تھا

مگر ہاں اسلحہ ضرور تھا۔ ہم نے بہت سی داستانیں سنی ہیں۔ جو ۱۹۴۷ء میں قادیان کو لوٹنے والے لٹیروں کی زبانی ہم تک پہنچی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بیشک کپڑا۔ اثاث البیت۔ زیور۔ بستر وغیرہ سامان بہت کچھ ہمارے ہاتھ لگا۔ مگر ایک چیز بخت حیران ہے کہ قادیان کا ایک بھی تو مکان ایسا نہ تھا جس میں ایک لائبریری موجود نہ ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اس سے پہلے ہمیشہ یہ سمجھتے تھے کہ یہاں نہ جانے کیا کچھ ہوگا۔ مگر یہاں تو ہر مکان میں اثاثہ کا معتد بہ حصہ کتابیں ہی پائی گئیں ہم نے جس الماری کو توڑا اس میں سے کتابیں نکلیں پس اسلحہ تو ضرور تھا مگر وہ فولادی اور آہنی اسلحہ نہ تھا۔ وہ ایسا اسلحہ تھا جس کے ساتھ انسانوں پر نہیں بلکہ ان کے دلوں پر فتح پائی جاتی ہے اور جن کا وار آتشیں اسلحہ سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ اور جس کے ذریعہ آج جماعت احمدیہ کالوں کے دلوں کو بھی فتح کرتی جا رہی ہے اور گوروں کے قلوب بھی مسخر ہو رہے ہیں۔

پس نادان ہیں وہ لوگ جو ہمارے پاس فولادی اور آہنی اسلحہ کی تلاش میں اپنا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں۔ انہیں بخدا ایسا کچھ نہ مل سکے گا سوائے اس اسلحہ کے جو ہم ہر روز نئے سے نیا تیار کر کے خود تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ اور اس کے لئے کسی تگ و دو کی ضرورت نہیں۔ ہم خود سے کر ان کے پاس ان کے گھروں میں پہنچیں گے۔ اور ان کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے!!

دوسری حقیقت

اوپر جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ تو قادیان سے متعلق تھا۔ اور اس لحاظ سے اس کا تعلق بھارت سے تھا۔ لیکن ایک ایسی ہی حقیقت پاکستان سے بھی تعلق رکھتی ہے ۱۹۵۳ء کا زمانہ کسے یاد نہیں جب نام نہاد علماء نے پاکستان کی بھڑکائی ہوئی سادہ لوح پبلک نے مغربی پاکستان کے قریباً ہر شہر۔ ہر قصبہ اور ہر گاؤں میں جماعت احمدیہ کے افراد پر وحشیانہ اور بہیمانہ حملے کئے تھے۔ اور حالات اتنے نازک ہو گئے تھے کہ حکومت کو مارشل لاء نافذ کرنا پڑا تھا۔ ان تمام واقعات کی مفصل روئداد "تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ" جیسی ضخیم اور مستند کتاب میں موجود ہے۔ یہ زمانہ بھی جماعت احمدیہ کے لئے ایک ایسے ہی ابتلاء کا پیامبر تھا۔ ناکردہ گناہ احمدیوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے وسیع منصوبے بن چکے تھے اور ان منصوبوں پر عمل شروع ہو چکا تھا۔ قتل اور آتشزدگی کے متعدد واقعات رونما ہوئے۔ اور ہر جگہ احمدیوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا۔ یہ اتنا بڑا ہنگامہ تھا کہ احمدیوں کے لئے بحیثیت مجموعی زندگی اور موت کا سوال پیدا ہو چکا تھا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ؎

نہ بینی کہ چوں گربہ عاجز شود
برآرد بچنگال چشم پلنگ

اگر احمدیوں کے پاس اسلحہ ہوتے تو وہ پاکستان کے کسی شہر یا کسی قصبہ میں تو اس اسلحہ کے ساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے مگر نہیں ایسا نہیں ہوا۔ ایک بھی تو ایسا واقعہ اتنے شدید اور زندگی اور موت کے سوال کے وقت رونما نہیں ہوا۔ کہ کسی ایک احمدی نے بھی ناجائز اسلحہ کے ساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ کیا ہو۔ حالانکہ یہی تو وہ وقت تھا کہ اگر احمدیوں کے پاس اسلحہ ہوتا تو وہ مقابلہ کے لئے ڈٹ جاتے۔ کہیں تو کھڑے ہو جاتے!

مگر اسلحہ تھا ضرور

لیکن ہم یہ حقیقت بھی بیان کرنے سے رک نہیں سکتے کہ احمدیوں کے پاس اسلحہ تھا ضرور۔ اور وہ اسلحہ کیا تھا۔

"میرا خدا میری طرف دوڑا آ رہا ہے"

وہ اسلحہ اس غریب تبلیغی جماعت کے مقدس امام کی نیم شبی پرسوز دعائیں تھیں جنہوں نے عرش عظیم کے پائے تھام لئے وہ اسلحہ ان دعاؤں کی صورت میں تھا جو مظلوموں کے دلوں سے نکلیں اور انہوں نے عرش عظیم کو ہلا دیا۔ وہ پیشانیوں کے نہیں بلکہ گداز اور رقیق دلوں کے سجدے تھے جنہوں نے زمین و آسمان میں تزلزل پیدا کر دیا اور وہ دلوں کی کمانوں کے چلّوں پر چڑھے ہوئے تیر تھے جنہوں نے در قبولیت کو کھول کر رکھ دیا۔ خدا دوڑتا ہوا آیا۔ اور مظلوموں کی سپر بن گیا۔ اور دنیا نے ان بطش ربک لشدید کی تفسیر پڑھ لی۔ اور قادر مطلق نے آگے بڑھ کر "زندگی اور موت کے سوال" میں موت کے لفظ کو نکال کر دنیا کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا۔ کہ جماعت احمدیہ کا اسلحہ کتنا زبردست اور کتنا زود اثر ہے۔

حرفِ آخر

پس یہ دو مثالیں یا بالفاظ دیگر دو حقیقتیں ایسی ہیں جن کا انکار نہ تو بھارت کی حکومت کر سکتی ہے۔ اور نہ پاکستان کی حکومت۔ اور ان حقیقتوں کو ایک دو یا چند لوگوں نے مشاہدہ نہیں کیا بلکہ یہ واقعات دنیا کے ہر حصہ میں اپنی پوری تفصیل کے ساتھ پہنچے۔ اور ہم ان دو واقعات کو پیش کر کے یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ خدا کے لئے جو ہمارے پاس نہیں ہے وہ ہم سے مت مانگئے۔ جو چیز ہم نے کبھی نہیں چھپائی اسے تلاش مت کیجئے۔ آپ نے اس تجسس و تلاش کا نتیجہ دو مرتبہ بڑے پیمانہ پر دیکھ لیا ہے۔ اتنے بڑے پیمانہ پر کرشمہ آئندہ کوئی دور اس کی مثال پیش نہ کر سکے گا۔ ہمارا مسلک روحانی ہے۔ ہمیں مادی سیاستوں سے قطعاً کوئی سروکار نہیں۔ ہماری جماعت الف سے یے تک تبلیغی جماعت ہے۔ ہمیں تبلیغ کے سوا کوئی جنون نہیں آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے مبلغین دنیا کے دور دراز حصوں میں پہنچ کر روحانیت کا پیغام پہنچانے میں مصروف ہیں۔ اور یہ کام ہم ستر سال سے کرتے آ رہے ہیں۔ اور قیامت تک کرتے چلے جائیں گے۔ مگر چونکہ ہمارے سامنے ایک بہت بڑا کام ہے۔ اسلئے اسی نسبت سے ہمیں اپنے اندر نظم و ضبط کی بھی ضرورت ہے لہٰذا خدا کے لئے ہماری جماعت کو محض اسلئے مشکوک نگاہوں سے نہ دیکھئے کہ یہ جماعت بڑی اعلیٰ درجہ کی منظم و منضبط جماعت ہے ہم اگر اس نظم و ضبط سے کام نہ لیں تو اتنا عظیم الشان کام کس طرح سرانجام دے سکتے ہیں۔ اتنا عظیم الشان کہ اس ترتیب اور اس ربط کے ساتھ اسے بڑی سے بڑی اسلامی جماعتیں اور حکومتیں بھی سرانجام نہیں دے سکیں۔ افریقہ کے صحراؤں اور گھنے جنگلوں، یورپ کے تثلیث کدوں میں۔ امریکہ کے مادہ پرستوں کے درمیان اور مشرق بعید جیسے بُعد میں پہنچ کر ہم جو روحانی پیغام پہنچانے میں مصروف ہیں اس میں سوائے خدمت خلق اور مخلوق خدا کی بہبود کے کوئی جذبہ کارفرما نہیں اور چونکہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ دنیا کے تمام موجودہ مذاہب میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی تعلیم عالمگیر بھی ہے اور دنیا کی مشکلات کا حل بھی اپنے اندر رکھتی ہے۔ اس لئے ہم اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ہمارے اسلحہ قرآن اور حدیث ہیں۔ ہمارے ہتھیار ہمارا علمی لٹریچر ہے۔ اور ہمارے تیز ہتھیار دعائیں ہیں۔ اور ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ ہمارا زندہ خدا ہمارے اس کام کی تکمیل میں ہماری مدد فرمائے گا۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہم مٹ سکتے ہیں لیکن احمدیت نہیں مٹ سکتی۔ احمدیت نے ساری دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانے کا جو تہیہ کیا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ ہماری جماعت کے ذریعہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا فرمایا ہے وہ اٹل ہے۔ اور اسکے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اسلحہ ہمیں دیا گیا ہے اس کی فہرست گو لمبی ہے مگر چیدہ چیدہ کے نام یہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ اور اسکی وحدانیت پہ ایمان کامل
۲۔ قرآن کریم اور اس کی تعلیم پہ ایمان کامل
۳۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پہ ایمان اور آپؐ کی تعلیم پہ عمل
۴۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم۔
۵۔ ان سب کے وعدوں اور پیشگوئیوں پہ ایمان کامل۔
۶۔ عمل پیہم۔ ۷۔ دعا۔ ۸۔ اسلامی لٹریچر

اگر کسی کو ان اسلحہ میں سے کسی سلاح کو دیکھنے کی ضرورت ہو تو ہم بہ طیب خاطر اور پورے خلوص کے ساتھ دکھانے کو تیار ہیں۔ اور بخدا ہمارے پاس یہی اسلحہ ہیں ان سے باہر نہ جائیے۔ فولاد کا کوئی ذخیرہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ لوہے کی کوئی کان ہمارے قبضہ میں نہیں ہے۔ ہم جس فتح کا دعویٰ کرتے ہیں وہ روحانی فتح ہے۔ نہ کہ جسمانی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ؎

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جُدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار

پس دنیوی حکومتیں آپ کو مبارک ہوں۔ ہمارا روحانی پروگرام ہمارے لئے مبارک رہنے دیجئے۔ اگر اس کے باوجود آپ کوئی ایسا

ذکرِ حبیب

(بقیہ صفحہ نمبر ۶)

مسیح موعود علیہ السلام کا تمام سلسلہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اور ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے ان شانئک ھو الابتر کے الفاظ کہلا کر یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ خود سعد اللہ لدھیانوی ہی ابتر اور منقطع نسل ٹھہرے گا۔

چنانچہ یہ عجیب بات ہے کہ جب سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق یہ پیشگوئی کی گئی۔ تو اس وقت بھی اس کا ایک نوجوان لڑکا عبد اللہ نامی موجود تھا جس کی شادی بھی ہو چکی تھی۔ گویا ظاہراً نہ صرف مولوی سعد اللہ لدھیانوی اس وقت ابتر نہیں تھا بلکہ اس کی آئندہ نسل کے قیام کے ذرائع بھی موجود تھے۔ لیکن خدا تعالیٰ کا یہ اقتداری نشان تھا کہ اس کے باوجود سعد اللہ لدھیانوی کا لڑکا بھی ابتر ٹھہرا۔ اور دونوں باپ بیٹا اپنے گناہوں اور سرکشیوں کی سزا میں ایسے عالم میں اس جہان سے کوچ کر گئے کہ ان کا سلسلۂ نسل ختم اور خوار ہو چکا تھا۔ اور یوں اس خدائی کلام کی صداقت بھی غیر معمولی حالات میں غیر معمولی آب و تاب سے پوری ہوئی۔ جس کے متعلق خواجہ صاحب کو اپنے کسی خاص نقطۂ نگاہ سے اس قدر گھبراہٹ پیدا ہو رہی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے رسالہ الاستفتاء میں اس واقعہ کا کسی قدر اجمالی ذکر فرمایا ہے۔ اور اگرچہ خواجہ کمال الدین صاحب کا نام تو درج نہیں فرمایا تاہم اتنا ذکر ضرور کیا ہے کہ فمنعنی من ذالک وکیلٌ کان من جماعتی و خوفنی من ارادۃ اشاعتی۔ یعنی اس پیشگوئی کی اشاعت سے مجھے ایک وکیل نے جو میری جماعت میں سے ہے روکا اور ڈرایا تھا۔

یہی مولوی سعد اللہ لدھیانوی تھا جس کی اسی قسم کی بدزبانیوں کے جواب میں آخر ڈاکٹر سر محمد اقبال کو بھی جو اس زمانہ میں

مرے کالج سیالکوٹ میں ہوتے تھے۔ ایک طویل نظم لکھنا پڑی جس کا پہلا شعر یوں ہے کہ

سعدیا بس دیکھ لی گندہ دہانی آپ کی
حضرت میں خوب ہو گی قدر دانی آپ کی

یہ تین واقعات جو میں نے بغیر کسی خاص ترتیب کے دوستوں کے سامنے پیش کئے ہیں اس امر کے واضح طور پر آئینہ دار ہیں کہ ایک مامور من اللہ کو اپنے خدا کے دیئے ہوئے علم پر کتنا یقین اور ایمان ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ایسے امور میں بھی وہ دلیرانہ تحدی اور چیلنج سے کام لیتا ہے جن کے بیان کرنے سے عام دنیا دار کی زبان رکتی اور ہچکچاتی ہے۔ اسی طرح یہ واقعات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس بلند کردار کے بھی شاہد ہیں کہ حضور اپنے قریب رہنے والوں کے مشوروں کو نرمی سے سنتے اور حسب ضرورت ان کو قبول فرما لیتے تھے — آج کی دنیا میں لوگ معمولی معمولی باتوں پر چمک اٹھتے ہیں۔ طبائع میں تیزی کا رجحان اتنا بڑھ گیا ہے کہ کوئی شخص اپنی منشاء کے خلاف کسی معمولی سی بات کو بھی سہارنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت میں یوں تو اور بھی کئی بہتر سے بہتر مثالیں مل سکتی ہیں۔ لیکن یہی تین واقعات اس امر کے لئے دوستوں کے سامنے کافی ہیں۔ کہ حضور کس قدر حلم۔ نرمی۔ بردباری اور دوستوں کی حوصلہ افزائی اور ساتھ ہی ساتھ ان کی تربیت کا خیال بھی رکھا کرتے تھے۔ ہماری جماعت کے دوستوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے اندر الٰہی صفات کو زندہ کریں۔ اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے احکام کی تعمیل کی غرض سے دوسرے لوگوں تک ان کا بہترین اظہار کریں۔

میرے اپنے نکاح کے متعلق ایک واقعہ ہے جس سے دوستوں کو یہ اندازہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ حضور دوسرے لوگوں کی طبائع اور ان کے نازک تر احساسات کا کس قدر خیال فرمایا کرتے تھے

۱۹۰۲ء میں میرا نکاح میرے شہر والے مکان میں پڑھا گیا تھا۔ یہ وہی مکان تھا جو بعد میں ام طاہر کا بن گیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے نکاح پڑھا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ اس موقعہ پر باہر کے دوستوں کو بلایا گیا تھا۔ اور دوست کافی تعداد میں آئے تھے۔ میری عمر چھوٹی ہی تھی لیکن ایجاب و قبول خود میں نے ہی کیا تھا۔ اسی طرح لڑکی کی طرف سے خود حضرت نواب محمد علی خان صاحب تھے اس موقعہ پر حضرت نواب صاحب کے دو غیر احمدی بھائی بھی قادیان آئے ہوئے تھے۔ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نکاح کی مجلس ان کی موجودگی میں ہونی چاہیئے کہ یہ بھی اس میں شریک ہو جائیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں

یہ لوگ تو مخالف ہیں۔ اگر نکاح کی مجلس ان کی موجودگی میں ہوئی اور یہ اس میں شریک ہوئے تو ہو سکتا ہے کہ کسی بات سے یہ برا منائیں اور مجلس سے اٹھ کر چلے جائیں۔ اس سے خواہ مخواہ انہیں بھی اور ہمیں بھی تکلیف ہوگی۔ چنانچہ بعد میں جب وہ قادیان سے چلے گئے۔ تو پھر مجلس نکاح کا انعقاد ہوا۔ اور اس سے پہلے صرف اسی وجہ سے انتظار کیا گیا کہ کہیں ان باہر سے آئے ہوئے دوستوں کے لئے کوئی ناگوار بات پیدا نہ ہو جائے۔

باہر کیڑا ہم میں سے نکالنے کے لئے متفکر ہیں جو ہم میں نہیں ہے تو یہ کیا کر سکتے ہیں۔ ہم تو اس جہاد کے قائل ہی نہیں جو دین کو منوانے کے لئے کیا جائے اور اس عقیدہ کی وجہ سے ہم کافر بھی کہلا چکے ہیں پھر آپ ہی بتایئے کہ ہم اسلحہ کو کیا کریں گے ہماری جماعت کو تو جہاد کے غلط تصور کو مٹانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور ہمارا عمل اور کردار اس پر گواہ ہے۔ اگر اس سب کچھ کے باوجود آپ ہمیں مشکوک سمجھیں تو یہ کتنا ظلم عظیم ہوگا۔

وما علینا الا البلاغ۔

مزید اشاعت لٹریچر کے لئے

حضرت مرزا بشیر احمد مد ظلہ العالی کا ارشاد گرامی

نظارت ہذا کی طرف سے جو لٹریچر حال ہی میں شائع کروایا گیا ہے۔ جس میں سے کچھ لٹریچر مرکز میں چھپا ہے اور کچھ لٹریچر جنوبی ہند کی جماعتوں اور افراد نے کمالی جذبہ اخلاص دکھاتے ہوئے اپنی حسنی مظاہرہ کرتے ہوئے چھپوا کر مرکز میں ارسال فرمایا ہے۔ اس کی رپورٹ نظارت ہذا کی طرف سے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں بھجوائی گئی تھی۔ اس کے جواب میں ممدوح نے اپنے مکتوب گرامی ۳۷۵ / ۱۲-۱-۵۹ میں ارشاد فرمایا ہے:-

"آپ کی چٹھی محررہ ۲۷/۱۲/۵۸ بابت رپورٹ اشاعت لٹریچر موصول ہوئی۔ مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ نظارت دعوت و تبلیغ قادیان نے متعدد کتب شائع کر کے احمدیت کی تبلیغ میں حصہ لیا ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔ میرے خیال میں ابھی بہت گنجائش ہے۔ آپ لوگوں کو سکیم کے ماتحت مناسب اور موزوں لٹریچر شائع کر کے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پھیلانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اس کے بہتر اور نیک نتائج پیدا فرمائے۔"

یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان ایک وسیع و عریض ملک ہے۔ اور اس میں صحیح رنگ میں اشاعت لٹریچر کے لئے ہمیں کروڑوں روپیہ کی ضرورت ہے۔ جو فی الحال ہماری جماعت کے لئے ممکن نہیں۔ لیکن اس کو ممکن بنانے کی کوشش کرتے رہنا ہمارا فرض ہے۔ اور وہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ ہم جس قدر زیادہ سے زیادہ ہو سکے لٹریچر کی اشاعت کریں۔ تاکہ اسلام اپنے اصلی چہرے کے ساتھ لوگوں کے سامنے آ سکے۔

بیشک اس سال نظارت ہذا نے بھی۔ جماعتوں نے بھی اور افراد نے بھی خدا کے فضل سے کافی لٹریچر شائع کروایا ہے۔ مگر یہ کافی صرف ان معنوں میں ہے کہ ہم نے اپنے فرائض کو پہچاننے کی ابھی ابتداء کی ہے۔ اور اس کو صحیح طور پر انجام دینے کے لئے ابھی کافی گنجائش موجود ہے۔ اور حضرت صاحبزادہ صاحب موصوف کا ارشاد گرامی ہمیں اسی طرف متوجہ کر رہا ہے۔

سو نظارت کی تمام صوبجات کی جماعتوں سے اور مستطیع احباب سے درخواست ہے کہ وہ جنوبی ہند کی جماعتوں اور افراد کا سا جوش تبلیغ اور اخلاص ظاہر کریں اور اشاعت لٹریچر میں نظارت ہذا کے ساتھ تعاون فرما کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وارث ہوں۔

اللہ تعالیٰ تمام احباب جماعت کو اس نیک کام میں حصہ لینے کی توفیق بخشے آمین۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

چودوار میں جماعت احمدیہ کی طرف سے جلسہ سیرت النبی ؐ

"۳۰ر نومبر کو جماعت احمدیہ چودوار کی طرف سے چودوار میں ایک عام جلسہ زیر صدارت برندابن داس منعقد ہوا جس میں مولوی سید محمد محسن صاحب نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے حالات بیان کئے۔ اس کے بعد کنج بہاری پٹنائیک نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی پر تقریر فرمائی۔ ان کی تقریر کے بعد برج موہن ساہو نے سیرت آنحضرت صلعم پر تقریر کی۔ اس کے بعد سید غلام جہان صاحب ماہر نے قرآن اور وید سے بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو ثابت کیا۔ آخر میں صدر جلسہ نے اس پاک جلسہ میں شمولیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔"

(اخبار سماج ۴ر دسمبر ۱۹۵۸ء)

شکریہ اور درخواست دعا

مکرمی محمد لطیف صاحب ابن مکرم حاجی پیر محمد ابراہیم صاحب آف کانپور نے اخبار بدر کے لئے مبلغ ۱۰ روپے بطور عطیہ دیئے ہیں نیز ایک غیر مسلم دوست کو چھ ماہ کے لئے اخبار بدر بھی جاری کر دیا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ انکے اخلاص میں برکت فرمائے اور سلسلہ کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔ (منیجر بدر)

درخواستہائے دعا (۱) مکرم محمد لطیف صاحب (ابن مکرم حاجی محمد ابراہیم صاحب کانپور) کے والدین بوجہ بیماری اور ضعیف العمری کمزور ہیں احباب جماعت خصوصاً صحابہ کرام سے انکی صحت اور درازی عمر کے لئے درخواست دعا ہے (۲) مکرم [illegible] اپنے بچوں کی صحت و سلامتی درازی عمر اور خادم دین بننے کیلئے درخواست دعا کرتے ہیں۔ (۳) خاکسار کے خسر محترم لمبی بیماری سے کمزور ہو گئے ہیں ان کی صحت و سلامتی کے لئے درخواست دعا ہے۔ [illegible] سید شہامت علی [illegible]

خبریں

جالندھر۔ ۱۹ جنوری۔ جالندھر کے قریب قصبہ بڑاپنڈ میں منعقدہ کسان کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے پنجاب کے منصوبہ منسٹری شری کیرون نے اعلان کیا کہ اگر مل مالکوں نے اناج کی قیمتوں میں کمی نہ کی تو سٹیٹ ٹریڈنگ کارپوریشن (اناج کی سرکاری تجارت کی کارپوریشن کی سکیم) پر عملدرآمد کے بعد انہیں نہ تو پسائی کے لئے ایک دانہ ہی دیا جائے گا اور نہ ہی انہیں پنجاب سے گندم کی خرید کی اجازت دی جائے گی۔ اناج کے بیوپار کو سرکاری ہاتھوں میں لینے کا فیصلہ اس بناء پر کیا ہے کہ چند منافع خوروں کے لئے ساری قوم کو قربان نہیں کی جاسکتا۔ آپ نے پنجاب کے مل والوں کو پنجاب میں گندم اور اس کے آٹے کی مہنگائی کے لئے ذمہ دار ٹھہرایا اور چیتاؤنی دی کہ اگر وہ پنجاب سرکار سے اناج لیکر اپنا کاروبار جاری رکھنا چاہتے ہیں تو وہ گندم کا آٹا اور بھی سستا کردیں بیس روپے من کا بھاؤ بہت زیادہ ہے۔ آپ نے کہا سرکار یہ برداشت نہیں کرسکتی۔ کہ آپ کا اناج آپ کو ڈیڑھ گنا قیمت پر ملے۔

چنڈی گڑھ۔ ۱۹ جنوری۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ پنجاب اسمبلی کا بجٹ سیشن ۱۱ فروری کو شروع ہوکر ۸ اپریل کو ختم ہوگا۔ پہلے روز گورنر کی تقریر ہوگی۔ بجٹ ۲۷ فروری کو پیش کیا جائیگا ۹ ہفتوں کے سیشن میں ودھان سبھا کی ۳۳ نشستیں ہوں گی۔ گورنر کی تقریر پر بحث کے لئے پانچ دن اور بجٹ پر بحث کیلئے چار دن مقرر ہوئے ہیں۔ غیر سرکاری کاموں کے لئے ۵ دن مقرر ہوئے ہیں۔

چنڈیگڑھ۔ ۱۹ جنوری۔ پنجاب گورنمنٹ نے شرنارتھیوں کے لئے دیہاتی زمینوں اور مکانات کے مالکانہ حقوق حاصل کرنے کی آخری میعاد میں ۲۸ فروری تک توسیع کردی ہے۔ ایک پریس نوٹ میں کہا گیا ہے کہ شرنارتھیوں کو متعلقہ مینیجنگ افسر کے سامنے اس مطلب کا حلفی بیان داخل کرنا چاہیئے کہ وہ اب تک کن حالات کی وجہ سے مستقل مالکانہ حقوق حاصل نہیں کرسکے۔ ۲۸ فروری کے بعد کوئی مزید توسیع نہ کی جائے گی۔ جو لوگ اس میعاد کے ختم ہونے سے پہلے زرعی زمینوں اور مکانات کے مستقل حقوق حاصل کرنے میں ناکام رہیں گے ان کے کیسوں کا تصفیہ معاوضہ اور آبادکاری کے قانون مجریہ ۱۹۵۴ء اور اس کے قواعد کے ماتحت کیا جائیگا۔

چنڈیگڑھ۔ ۱۹ جنوری۔ پنجاب کے وزیر خوراک شری موہن لال نے آج یہاں کہا کہ مرکز نے اناج کی تھوک تجارت کو سرکاری ہاتھوں میں لینے کی جو سکیم تیار کی ہے پنجاب سرکار اس پر غور کررہی ہے۔ اور کہ یہ ضروری ترمیم و ردّ و بدل کے ساتھ فصل ربیع کے موقعہ پر لاگو کردی جائے گی۔ آپ نے کہا کہ حکومت اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کا اقدام کرے گی اور اس کے تحت ایسے قدم اٹھائیگی جن سے کہ وہ لائسنس یافتہ تاجروں سے ان کے سٹاک کا کچھ مقررہ حصہ لے کر کسی بھی ہنگامی صورتِ حال کے مقابلہ کے لئے ریزرو سٹاک لے سکے گی۔

نئی دہلی۔ ۱۹ جنوری۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے اپنے خاص اسسٹنٹ شری ایم او متھائی کا استعفا منظور کرلیا ہے۔ شری متھائی یکم فروری کو ۲ ماہ کی چھٹی پر جا رہے ہیں۔ اور ان کی سبکدوشی چھٹی کی میعاد ختم ہونے کے بعد عمل میں آئے گی۔ شری متھائی نے اس عہدہ سے مستعفی ہونے کا جو فیصلہ کیا تھا اخبارات میں اسکا انکشاف گذشتہ سنیچروار کو ہوا تھا۔ آج شام اس سلسلہ میں پردھان منتری کے دفتر سے ایک پریس نوٹ جاری کیا گیا ہے جس میں کہا ہے کہ شری ایم او متھائی نے سپیشل اسسٹنٹ کے عہدہ سے استعفا دیدیا ہے جسے پردھان منتری نے افسوس کے ساتھ منظور کرلیا ہے۔

گورداسپور۔ ۱۷ جنوری۔ سرکاری پریس نوٹ مظہر ہے کہ ۱۶ جنوری کو جب امرتسر پٹھانکوٹ ریلوے ٹرین سرنا سے گذر رہی تھی تو ایک دھماکہ سوا نو بجے رات ہوا۔ جس سے کسی قسم کا جانی نقصان نہ ہوا۔ شبہ ہے کہ یہ کسی بم کی وجہ سے ہوا ہے یہ اطلاع ملنے پر فوراً شری دمودھر داس صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور اور سردار گوربچن سنگھ صاحب ایس پی گورداسپور ٭

سیّاروں کا سفر

(بقیہ صفحہ نمبر ۲)

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف پر طرح طرح کے اعتراضات کئے گئے معاندانہ مناظرہ و مباحثہ کی طرح ڈالی گئی۔ متعدد مسلمان علماء اور خاندان کے افراد عیسائیت سے متاثر ہوئے۔

اس کے بعد زمانہ کے خیالات میں ایک انقلاب آیا۔ انسان کا ذہن صرف مادی صنعتی اور سائنسی ترقی کی طرف مائل ہوگیا۔ اور مذہبی مناظرے و مباحثے تنگ نظری و قدامت پسندی کی دلیل سمجھے جانے لگے۔ اس رجحان کے بعد مغربی ثقافت نے عجیب رنگ اختیار کیا۔ نت نئی ایجادات سے دنیا کا نقشہ ہی بدل گیا۔ اس تجدد پسند، انقلاب پرست اور سیاسی تگ و دو کے دور میں جو سب سے حیرت انگیز واقعہ رونما ہوا۔ وہ کمیونزم کا فروغ و ارتقاء اور عقل، تاریخ اور اقتصادیات کی آغوش میں پرورش پاکے اس تحریک نے ذہن و فکر انسانی کا رُخ ہی بدل دیا۔ اس کے بعد ان طاقتوں نے وہ خرد رفتار عمل کیا کہ دنیا کی کوئی قوم ان کے مقابل نہ ٹھہر سکی۔

حضرت نواس بن سمعان کی روایت میں موجودہ زمانہ کی یہ ساری خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ دجال کا خروج۔ اس کے خلاف مذہبی ایمانیات۔ مدت اقامت۔ رفتار ترقی۔ تبلیغی جوش۔ معاشی خوشحالی۔ منکرین دجال کی بے بسی۔ معادن کی دریافت۔ حضرت عیسٰےؑ کا نزول۔ یاجوج و ماجوج کا خروج۔ ان کی جنگی و سیاسی طاقت۔ اصحاب عیسٰےؑ کی خانہ بربادی۔ بیت المقدس پر مغربی اقوام کی تولیت۔ راکٹ اور میزائل کی ایجاد۔ فردیت زندگی و اجناس خوردنی کی حیرت انگیز گرانی تیسری جنگ اور ایٹم بموں کا دور۔ حضرت مسیح کی دعا۔ ایک خوفناک جنگ۔ سات سال تک اس کا اثر۔ پھر خوشحالی و برکت کا دور۔

نواس بن سمعان کی روایت میں ترتیب کے ساتھ یہ ساری خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ یہ حدیث امام مسلم اور امام ترمذی دونوں نے اپنی جامع میں درج کی ہے۔ اور صاحب مشکوٰۃ نے اسے کتاب الفتن فی العلامات بین یدی الساعۃ" میں نقل کیا ہے۔

جو لوگ تعلق باللہ کے قائل نہیں۔ ان کے لئے اس حدیث میں درس عبرت ہے۔ آخر چودہ سو سال پہلے ایک امی کو موجودہ زمانہ کی ان خصوصیات کا کیسے علم ہوگیا؟ وہ لوگ جو ابھی تک نزول مسیح کے منتظر ہیں۔ اگر وہ بھی اس حدیث پر غور کریں تو اچھا ہو۔ تمام علامات زمانہ ظاہر ہوگئیں۔ ایک مسیح والی علامت ظاہر نہیں ہوئی؟ آخر کیوں؟ باراتی دولہا کے بغیر یہ کیا معمہ ہے؟!

نواس بن سمعان کی روایت میں عصر حاضر کی جو خصوصیات درج کی گئی ہیں ان کی تفصیل تو ایک دفتر چاہتی ہے۔ مگر آجکل یہ خصوصیات کچھ ایسی زبان زدِ خاص و عام ہوگئی ہیں کہ ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق اس سے فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔

اس حدیث شریف کے بعد ہم پھر قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو بہت سی معرفت افزاء باتیں پاتے ہیں۔ مگر اس کی تفصیل کسی آئندہ صحبت میں پیش کریں گے۔ ممکن ہے کہ اس وقت تک انسان کا کوئی راکٹ کسی سیارہ پر پہنچ جائے۔ اور ہم قرآنی پیشگوئی کی زور دار انداز میں وضاحت کرسکیں ٭